اداریہ

کامیابی کا ایک گُر

۲۰ فروری کا دن جماعت احمدیہ میں اس عظیم الشان پیشگوئی کی یاد کے طور پر منایا جاتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چالیس روز کی دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر کی اور اس میں ایک ایسے فرزند کے پیدا ہونے کی خبر دی جس نے دین حق کے غلبہ کے لئے یادگار خدمات سرانجام دینی تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر کے مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں پیدا ہوئے اور جلد جلد پروان چڑھے اور تقویٰ وطہارت میں یہاں تک ترقی کی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو قدرت ثانیہ کا مظہر ثانی بنا دیا۔ آپ کی تمام زندگی ایک ایسی مسلسل جدوجہد سے عبارت ہے جو غلبہ دین کے لئے کی جاتی رہی۔

مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام بھی حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ کے مبارک ہاتھوں سے ہوا۔ اس نسبت سے خدام الاحمدیہ پر بہت ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کہ وہ اپنے قیام کی غرض و غایت کو پورا کرنے کے لئے مسلسل کوشش میں لگے رہیں اور دین حق کے عالمگیر غلبہ کی خاطر ہر چیز کی قربانی کے لئے تیار رہیں۔

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ نے اپنے مقاصد میں کامیابی کا ایک گر بتایا ہے وہ اس یادگار دن کے لحاظ سے بطور یاددہانی تحریر کیا جا رہا ہے تا کہ خدام اس طریق پر چل کر اپنی منزل کو حاصل کر سکیں۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:-

"میں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں خصوصاً نوجوانوں کو کہ وہ اپنے اندر دُعا کرنے کی عادت پیدا کریں۔ پرانے لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ دیکھا ہے اور ان کے اندر دعا کرنے کی عادت پائی جاتی ہے۔ اب نوجوانوں کو بھی اپنے اندر یہ عادت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ کے سامنے رونے، گریہ وزاری کرنے اور فریاد کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اگر وہ پورے اخلاص، یقین اور جوش کے ساتھ ایسا کریں گے تو خدا تعالیٰ کی مدد آئے گی جو ان کی حالت کو بھی درست کر دے گی اور کامیابی کے راستے بھی ان کے لئے کھول دے گی"۔ (مشعل راہ جلد اول صفحہ نمبر ۵۲۶)

آخر پر یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اندر دعا کی عادت پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

24- **چوبیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الحق ہوگا۔

25- **پچیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر العلاء ہوگا۔

26- **چھبیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کان اللہ نزل من السماء کا مصداق ہوگا۔

27- **ستائیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول بہت مبارک ہوگا۔

28- **اٹھائیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کا نزول جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔

29- **انتیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ نور ہوگا۔

30- **تیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ خدا کی رضامندی کے عطر سے ممسوح ہوگا۔

31- **اکتیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا اس میں اپنی روح ڈالے گا۔

32- **بتیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔

33- **تینتیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جلد جلد بڑھے گا۔

34- **چونتیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔

35- **پینتسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔

36- **چھتیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

37- **سینتیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔

38- **اڑتیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دیر سے آنے والا ہوگا۔

39- **انتالیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دور سے آنے والا ہوگا۔

40- **چالیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فخر رسل ہوگا۔

41- **اکتالیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی ظاہری برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔

42- **بیالیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کی باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔

43- **تینتالیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ یوسف کی طرح اس کے بڑے بھائی اس کی مخالفت کریں گے۔

44- **چوالیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیر الدولہ ہوگا۔

45- **پینتالیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ شادی خاں ہوگا۔

46- **چھیالیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عالم کباب ہوگا۔

47- **سینتالیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ حسن و احسان میں حضرت مسیح موعودؑ کا نظیر ہوگا۔

48- **اڑتالیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ العزیز ہوگا۔

49- **انچاسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ اللہ خاں ہوگا۔

50- **پچاسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ناصر الدین ہوگا۔

51- **اکاونویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فاتح الدین ہوگا۔

52- **باونویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بشیر ثانی ہوگا۔“

(”الموعود“ از حضرت مصلح موعودؓ صفحہ ۶۷ تا ۷۵)

• • • • • • • • • • • • • • • • • • • •

قسط آخر

الہام کلام اس کا

"کلام طاہر" کی اشاعت کے دوران موصول ہونے والے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے ارشادات

(مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ ۔ کراچی)

اپنے دیس میں اپنی بستی میں اک اپنا بھی تو گھر تھا

اس نظم میں انیسواں شعر ہے:۔

آخر دم تک تجھ کو پکارا ۔ آس نہ ٹوٹی دل نہ ہارا
مصلح عالم باپ ہمارا ۔ پیکر صبر و رضا رہبر تھا

خاکسار کی معمولی سی ترمیم کی درخواست پر آپ نے اصولی بحث کے ساتھ اچھی طرح سمجھایا تحریر فرماتے ہیں:۔

"دل نہ ہارا" کی بجائے آپ نے 'دل بھی نہ ہارا' کی تجویز دی ہے۔ وزن تو اس میں بھی نہیں ٹوٹتا صرف پڑھنے کے انداز کا فرق ہے۔ کسی لفظ پر زیادہ زور دے کر پڑھا جائے یا کم زور دے کر پڑھا جائے۔ تو اس سے بعض اوقات شعر کا وزن ٹوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مثلاً اس نظم کا پہلا مصرع ہے۔

اپنے دیس میں اپنی بستی میں اک اپنا بھی تو گھر تھا

لفظ 'میں' اس مصرع کے دوسرے نصف میں واقع ہے۔ لیکن جو اسے پہلے حصہ کے ساتھ ملاتے ہیں وہ وزن توڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ قادیان میں پڑھنے والے نے یہ مصرع پڑھا ہے۔ اور جس جگہ زور آنا چاہیے اس سے ہٹا کر دوسرے لفظ پر منتقل کرنے کے نتیجہ میں بالکل بے وزن مصرع لگ رہا ہے۔ پہلے مصرعہ کے نصف کے آخری حرف کا قدم دوسرے نصف کے شروع میں جا پڑنے کے بہت سے نمونے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عربی فارسی کلام میں ملتے ہیں اور شعراء کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔ ایسی صورت میں اگر اس کو پہلے حصے سے ملا کر پڑھیں تو وزن ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ بیسویں شعر میں لفظ 'انوار' کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ ہندی تسلسل میں اجنبی لگ رہا ہے۔ اس وجہ سے دوسرے مصرع کو یوں ہونا چاہیے۔

جس سے نور کے سوتے پھوٹے ۔ روشنیوں کا جو ساگر تھا

اس نظم کا مزاج ملا جلا ہے۔ یہ صرف سکھوں اور ہندوؤں کے لئے ہی نہیں بلکہ پاکستانیوں کے لئے بھی تھی۔ اس لئے میں نے اس نظم میں بعض جگہ عربی اور فارسی الفاظ استعمال کرنے سے گریز نہیں کیا تا کہ ہم اپنا حق بھی قائم رکھیں۔ جہاں تک انوار کے لفظ کا تعلق ہے، نور کی یہ جمع شاید زیادہ اجنبی لگ رہی ہو۔ لیکن اس کو روشنیوں کی بجائے نوروں میں تبدیل کر دیا جائے تو اور کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ لفظ نور جو پہلے آیا ہوا ہے وہ تو پھر بھی موجود رہے گا۔ جس کو نور کی سمجھ آجائے گی وہ نوروں کو بھی سمجھ جائے گا۔ پس یہ شعر یوں بن جائے گا۔

سدا سہاگن رہے یہ بستی جس میں پیدا ہوئی وہ ہستی
جس سے نور کے سوتے پھوٹے جو نوروں کا اک ساگر تھا

(مکتوب ۹۳-۵-۱۵ صفحہ ۴، ۵)

اس نظم کا آخری شعر ہے۔

ہیں سب نام خدا کے سندر ۔ واہے گرو ۔ اللہ اکبر
سب فانی ۔ اک وہی ہے باقی ۔ آج بھی ہے جو کل ایشر تھا

خاکسار کی پہنچ محض لغت تک تھی۔ لغت دیکھ کر تجویز کر دیا کہ ایشر کی جگہ ایشور ہو تو وزن نہیں ٹوٹتا۔ حضور پر نور کی لفظوں پر

تحقیقات کے دائروں کا اندازہ لگائیے۔ آپ نے تحریر فرمایا:-

''اول تو یہ درست نہیں کہ ایشور سے وزن نہیں ٹوٹتا۔ دوسرے جہاں تک ایشر کا تعلق ہے بات یہ ہے کہ قادیان میں ہندی دان احمدی سکالرز سے میں نے چیک کروالیا تھا اور ان سب نے اس پر صاد کیا۔ لغوی لحاظ سے اس کا اصل ایش ہے۔ جسے ایس بھی پڑھا جاتا ہے۔ دونوں متبادل ہیں۔ ہندی اردو لغت میں ان دونوں کا مطلب مالک، خدا، حاکم، بادشاہ، خداوند تعالیٰ دیا گیا ہے۔ یہ لفظ 'ور' یا محض 'ر' کے اضافہ کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔ اردو لغت جامع اللغات میں لکھا ہے کہ 'ایسر' دراصل وہ شہر ہے جہاں سب سے بڑے دیوتا یعنی خدا کی عبادت ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ مضمون کھول کر جامع اللغات ایسر، ایشر اور ایشور لفظ متبادل کے طور پر پیش کرتی ہے۔ جن کا مطلب بڑا دیوتا، خدا یا مالک یا خدا تعالیٰ ہے۔ اسی طرح ایسر میں ایشر لکھ کر آگے خدا، ایشور، اللہ معانی دیئے ہوئے ہیں۔ گویا ایشور کا دوسرا تلفظ ایسر اور ایشر ہے۔ اس لئے کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ایشر ہی ٹھیک ہے''۔

(مکتوب ۹۳-۱۹-۲۲ صفحہ ۸)

چند دن کے بعد آپ کا ایک مکتوب موصول ہوا:-

''میرا گذشتہ خط آپ کو مل چکا ہوگا 'ایشر' کے لفظ پر۔ اس میں آپ کی تجویز کی روشنی میں تبصرہ تو کر چکا ہوں۔ لیکن اس کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنی دو نظموں بعنوان 'شان اسلام' میں کوئی ۶ دفعہ اور ہندوؤں سے خطاب میں ۵ مرتبہ لفظ ایشر استعمال فرمایا ہے۔ اس شہادت سے تو مزا ہی آ گیا ہے۔ اس کے بعد تو کسی اور سند کی ضرورت ہی نہیں آپ نے دو نشین کی اتنی عمدہ کتابت کروائی ہے لیکن آپ نے بھی اسے توٹ نہیں کیا''۔ (مکتوب ۹۳-۱۱-۱)

''الفضل ۷/مئی ۱۹۹۲ء کے شمارہ میں صفحہ اول پر میری ایک پرانی نظم بی بی کے وصال پر چسپاں ہونے والے کچھ نئے اشعار اضافہ کے ساتھ شائع ہوئی ہے اس پر بھی میں نے نظر ثانی کی ہے اور اس کے علاوہ آخر پر بعض مزید اشعار کا اضافہ کیا ہے وہ بھی شامل کرلیں۔

تم جن کا وسیلہ تھیں وہ روتی ہیں کہ تم نے
دم توڑ کے توڑے ہیں ہزاروں کے سہارے
وہ آخری ایام ۔ وہ بجتے ہوئے خاموش
حرفوں کے بدن ۔ اشکوں کے دھاروں کے سہارے
بھیگی ہوئی بجھتی ہوئی ۔ مٹتی ہوئی آواز
اظہار تمنا وہ اشاروں کے سہارے
وہ ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہنا دم رخصت
میں نے نہیں جینا تمہداروں کے سہارے
وہ جن کو نہ راس آئیں طبیبوں کے دلاسے
شاید کہ بہل جائیں ۔ نگاروں کے سہارے
آ بیٹھ مرے پاس مرا دست تہی تھام
مت چھوڑ کے جا دردکے ماروں کے سہارے

آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آخری دو اشعار کی طرف توجہ دلادی کہ ان کے درمیان کچھ کمی سی معلوم ہوتی ہے۔ مجھے بھی لگ رہا تھا۔ بہر حال آپ نے بہت اچھا کیا جو توجہ دلائی۔ شروع میں ان سے میں مخاطب ہوں مگر آخر پر وہ مجھ سے مخاطب ہیں۔ اس لئے مضمون کو مزید کھولنے کے لئے میں نے چند نئے شعروں کا اضافہ کردیا ہے۔ امید ہے اب اس سے بات واضح ہوجائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ'' (مکتوب ۹۳-۱-۱۶ صفحہ ۴۸، ۴۹)

ایم ٹی اے کی نشریات کے بالکل آغاز میں ۱۴/جنوری ۱۹۹۴ء کو ملاقات پروگرام میں حضور ایدہ الودود نے فرمایا کہ امۃ الباری ناصر یہ پروگرام سن رہی ہوں تو یہ رباعی بھی کلام

طاہر میں شامل کرلیں۔

بذلِ حق محمود سے میری کہانی کھو گئی
بذلِ حق سے روٹھ کر وہ واصلِ حق ہوگئی
نذرِ روی کی تھی میں نے کتنے ارمانوں کے ساتھ
ناؤ لیکن کاغذی تھی غرقِ راوی ہوگئی

اعراب اور تلفظ کی غلطیوں کے بارہ میں راہنمائی

اعراب کی غلطیاں بھی آپ نے سمجھا سمجھا کر لغات کے حوالے سے بتائیں۔صرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

☆......''لفظ مناروں نہیں مَناروں ہے۔مینار درست ہے جب 'ی' کے ساتھ آئے اور جب 'ی' کے بغیر ہو تو مَنار ہوتا ہے''۔

☆......''تحتَ الثریٰ'' درست نہیں۔یہ لفظ ''تحتُ الثّریٰ'' ہے۔فیروز اللغات میں بھی اسے ''تحتُ الثّریٰ'' ہی لکھا ہے۔

☆......لفظ ''گرفتار'' نہیں اگرچہ عموماً بولا اسی طرح جاتا ہے۔لغت کی کتابیں چیک کی ہیں۔اس کا صحیح تلفظ ''گِرفتار'' ہے''۔

☆......''جاءَ الحقُّ وَزَھَقَ الباطِل''۔اردو میں توزَھَقَ الباطل ٹھیک ہے۔لیکن آیت کریمہ میں اس پر پیش موجود ہے۔تاہم عربی میں جس لفظ پر بھی تاری ٹھہرتا ہے وہ اس کی آخری حرکت کو نہیں پڑھتا،لیکن حرکت اسی طرح لکھی جاتی ہے۔صرف وقف کی وجہ سے پڑھنے میں نہیں آتی۔اس لئے پیش ضرور ڈالیں۔لیکن نیچے نوٹ دے دیں کہ شعر میں چونکہ یہاں وقف کرنا ہے۔اس لئے حرکت نہیں پڑھی جائے گی۔بلکہ بَاطَل کی بجائے بَاطِل پڑھا جائے گا''۔

☆......''آپ نے مسودہ میں اُویس کے نیچے تصحیح کرتے ہوئے لفظ اُویس ہے،الف کے ساتھ اسے اُویس لکھا ہے۔یہ لفظ اُویس ہے،الف کی پیش کے ساتھ۔اسے اَویس لکھنا یا پڑھنا غلط ہے۔عربی لغت کی کتابوں لسان العرب،القاموس المحیط اور المنجد وغیرہ میں اُویس ہی لکھا ہے''۔

☆......''مسودہ میں جاں لکھا ہے۔یہ جاں نہیں بلکہ نون کے ساتھ جان ہے۔ایسی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر آپ کو گہری نظر رکھنی پڑے گی اور جہاں جہاں میں نے اعراب کو واضح کیا ہے۔وہاں آئندہ مسودہ واضح کر کے لگوائیں۔ان میں سے کوئی حرکت زیر زبر چھوٹنے نہ پائے۔سب اعراب اس مقصد سے لگائے جانے چاہئیں کہ آج کل کے اردو پڑھنے والے بھی عربی کی طرح اعراب کے محتاج ہو چکے ہیں۔خصوصاً پاکستان سے باہر پیدا ہونے والے تو اس کے بہت محتاج ہیں''۔

☆......''لفظ خاتم کے معنی ''ختم کرنے والا'' درست نہیں۔'ت' کی زبر کے ساتھ اس کے معنی انگوٹھی اور مہر کے ہوتے ہیں اور مراد سب سے اعلیٰ،سب سے افضل۔جس پر مقام ختم ہوجائے اور ہر قسم کے فیوض کا اجراء جس کی ذات سے وابستہ ہوجائے۔یہ معنی ہیں جو کھول کر بیان کرنے چاہئیں''۔(مکتوب ۹۳-۵-۱۵ صفحہ ۱۹)

مشکل الفاظ کے معانی (Glossary) کی تیاری

متن کے بعد دوسرا مرحلہ مشکل الفاظ کے معانی اور تلفظ کو واضح کرنا تھا۔ابتدائی طور پر جو گلاسری (Glossary) خاکسار نے بنا کر بھیجی اس کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا تھا:-

''جہاں تک حاشیہ میں الفاظ معانی دینے کا تعلق ہے یہ بہت اچھا خیال ہے اور ضرورت بھی ہے لیکن ان کا انتخاب ہر قسم کے پڑھنے والوں کی ذہنی اور علمی سطح کا خیال رکھتے ہوئے کرنا چاہیے۔بعض تو بہت ہی عام فہم

الفاظ کے معنی آپ نے دیئے ہوئے ہیں۔ لیکن بعض ایسے الفاظ جو روزمرہ مستعمل نہیں اور بعض اوقات اچھے بھلے پڑھے لکھے شخص کے ذہن میں بھی مستحضر نہیں ہوتے ان کے معانی نہیں دیئے گئے۔ اس لحاظ سے انتخاب کو Balance بنانے کی ضرورت ہے۔ اردو میں تلفظ دینے کی بجائے انگریزی تلفظ دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ کیونکہ اردو میں جس طرح تلفظ دیئے گئے ہیں ان سے پڑھنے والوں کو الجھن پیدا ہوسکتی ہے۔ مثلاً مِنّتُ کو مِــنُ نَـــتُ ، آئینہ خانے کو آئی نا خانے، مُتّی نصر اللہ کو متانص رل لاہ، ٹیلہ کو ٹی لہ، نیر ہُدیٰ کو نی ی رے ہُ دا وغیرہ وغیرہ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں بڑی محنت کی گئی ہے لیکن پڑھنے والوں کو اس سے الجھن بھی ہوسکتی ہے۔ اس لئے ساتھ انگریزی میں بھی تلفظ دیں اور اردو میں ساتھ یہ نوٹ دے دینا چاہیے کہ یہ لفظ ایک ہی ہے صرف پڑھتے ہوئے صوتی لحاظ سے اس کی آواز جس طرح بنتی چاہیے اس کی وضاحت کے لئے اس طرح لکھا گیا ہے“۔ (مکتوب ۹۳۔۵۔۱۵صفحہ ۱۸)

خاکسار نے ان ہدایات کے مطابق الفاظ معنی کو Balance کیا۔ انگریزی تلفظ اور معانی دیئے اور آپ کی خدمتِ اقدس میں روانہ کئے۔ آپ نے ایک ایک لفظ کا جائزہ لیا۔ آپ کے ساتھ ایک ٹیم کام کرتی تھی۔ جو اصلاحوں کو نوٹ کر کے کمپوز کر کے مجھے بھجوا دیتی۔ الفاظ معنی کی درستی کے بعد کمپوزنگ کا مسئلہ تھا اور کمپوزنگ سے بڑھ کر پروف ریڈنگ کا جس میں آخر تک کچھ نہ کچھ خامیاں رہیں۔

جولائی ۱۹۹۵ء میں جلسہ سالانہ پر کتاب بھیجنے کے جنون نے دن رات کام پر لگائے رکھا۔ صفحے کے ڈیزائن اور سائز تک کی منظوری حضور سے لی۔ طباعت کے کام میں سر دینے والے ہی اندازہ کرسکتے ہیں کہ قدم قدم پر کیسی کیسی دشواریاں راستہ روک کر کھڑی ہوجاتی ہیں اور پھر کراچی کے مخصوص حالات میں ایسی جگہوں پر صبر آزما دیر لگتی رہی جو پہلے سوچا بھی نہیں تھا۔ مولا کریم کے فضل و احسان سے ۱۹/ جولائی ۱۹۹۵ء کو کتاب چھپ کر آ گئی اور جلسہ سالانہ پر حضور ایدہ الودود کی خدمت میں ہماری صدر سلیمہ میر، قائم مقام صدر امۃ الحفیظ بھٹی صاحب نے پیش کی۔ حضور نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں۔ اس کام میں محترمہ سلیمہ میر صاحب صدر لجنہ کی سرپرستی حاصل رہی۔ برکت ناصر صاحب نے کلام جمع کرنے میں مدد دی۔ محترم سلیم شاہجہانپوری صاحب نے کلام اور گلاسری (Glossary) دونوں کی نظر ثانی کی۔ محترم عبید اللہ علیم صاحب نے قیمتی مشوروں سے نوازا اور طباعت میں شیخ داؤد احمد صاحب نے محنت کی۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ پیارے حضور نے آپا سلیمہ صاحب کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا:۔

”آپ کی سرپرستی میں ”کلام طاہر“ پر جو کام ہوا ہے وہ بہت ہی اعلیٰ ہے۔ ماشاء اللہ بہت خوبصورت پیشکش ہے۔ جن کے نام آپ نے لکھے ہیں ان سب کا شکریہ اور میری طرف سے انہیں محبت بھرا اسلام، اللہ تعالیٰ ان کے اموال، نفوس اور اخلاص میں برکت دے اور اپنی رحمتوں سے نوازے“۔

خاکسار کے نام آقا نے تحریر فرمایا:۔

”کلام طاہر کی خوبصورت دیدہ زیب طباعت پر بے حد شکریہ۔ آپ نے اس پر بہت محنت کی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ آپ سب کو علمی، ادبی، تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی خدمات سرانجام دینے کی توفیق دے اور سب بچوں کی طرف سے آنکھوں کی راحت عطا فرمائے۔ سب کو بہت بہت محبت بھرا اسلام“۔

روزنامہ الفضل نے تبصرہ لکھا:۔

"احمدیہ جماعت میں سب سے خوبصورت کتاب کاغذ، پرنٹ، جلد اور فلیپ کی خوبصورتی کو مدنظر رکھتے ہوئے چھپنے والی کتاب کا اعزاز شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کے حصہ میں آیا ہے"۔ (الفضل ۱۶/۱ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

سب سے آخر میں حسین ترین بات کہ پیارے حضور نے کتب ملنے پر خاکسار کو کلام طاہر کا تحفہ بھیجا اور اس پر دست مبارک سے تحریر فرمایا:۔

"عزیزہ امۃ الباری ناصر سلمہا اللہ۔ یہ پہلا نسخہ ہے جو کسی کو پرخلوص دعاؤں کے ساتھ بھجوا رہا ہوں ظاہر ہے آپ کا حق فائق ہے۔ جزاک اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرہ"۔ دستخط

۲۵۔۷۔۹۵ (لندن)

کس زباں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ زباں
کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا

نسیم سیفی صاحب نے الفضل ۲۲ اگست ۱۹۹۵ء کے شمارے میں ایک دلچسپ قطعہ شائع کیا۔

سلیمہ میر و باری کو تہِ دل سے مبارک ہو
بہت شایانِ شان آیا کلامِ حضرتِ طاہر
کچھ ایسی دیدہ زیب اس کی کتابت و طباعت ہے
کہ از خود ہوگیا مفہوم اس کا ظاہر و باہر

خاکسار نے جواباً لکھا:۔

کلامِ حضرتِ طاہر کی خدمت اک سعادت ہے
اسے فضلِ خداوندی کا سارا سلسلہ کہہ دوں
یہ سب اللہ کا احسان ہے اس کی عنایت ہے
تگی ہے مجھ کو اک درویش کے دل کی دعا کہہ دوں
سلیمہ میر و باری ہیں اک تنظیم کا حصہ
میں سب لجنہ کراچی کی طرف سے شکریہ کہہ دوں

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل ۱۱ جنوری ۲۰۰۲ء)

ضروری اعلان

پاکستان میں خریداران حضرات سے التماس ہے کہ منی آرڈر بھیجتے وقت منی آرڈر فارم کے تمام خانوں میں اپنا پورا ایڈریس، خریداری نمبر اور جس رسالے کا چندہ ارسال کر رہے ہیں اس کا نام ضرور لکھیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

مینیجر رسالہ خالد و تشحیذ

* * * * * * * * * * * * * * * * * * * *

اعلان ولادت

مکرم سید نادر سیدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بیٹے سے نوازا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے ازراہِ شفقت بچے کا نام "سید فرہاد نادر" تجویز فرمایا ہے۔ نومولود وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ بچہ مکرمہ حشمت بی بی آف کوہاٹ رفیقہ حضرت مسیح موعودؑ کا پڑپوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بچے کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔ آمین

* * * * * * * * * * * * * * * * * * * *

مولیٰ بس

سب دُکھ اور سُکھ کی گھڑیوں میں تجھ کو ہی پکارا مولیٰ بس
ہم دکھیاروں پر لُطف کرو، کوئی درد کا چارا مولیٰ بس

سب دید کے خالی جام ہوئے کہیں مار نہ دے ہمیں تشنہ لبی
اب ہجرزدوں پر رحم کرو، دے وصل کا یارا مولیٰ بس

ہم ترس گئے اِک بوند کو ترے کرم کی ہو برسات وہی
پھر موڑ دے اپنے فضلوں کا اس طرف کو دھارا مولیٰ بس

کشکول ہے اپنے ہاتھوں میں اور اشک بھرے ہیں آنکھوں میں
یہ منظر کیسا منظر ہے پُردرد یہ سارا مولیٰ بس

تری رحمت کی خیرات اگر مل جائے جو خاک نشینوں کو
ناچیز فقیروں کا اس پر ہو جائے گزارا مولیٰ بس

کر دُور ہر اِک بیماری و دکھ، دے عمرِ خضر مرے مرشد کو
تقدیر وہ جس سے ٹل جائے ہو ایک اشارہ مولیٰ بس

گو دکھ کی رات گھنیری ہے پر تجھ سے آس یہ میری ہے
اک بار اُفق پر پھر چمکے وہی چاند ستارا مولیٰ بس

﴿مکرم مبارک احمد ظفر صاحب۔لندن﴾

قسط اول

حضرت مصلح موعود کے مباہلے

(مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب نائب صدر اول)

حضرت مصلح موعود کا دورِ خلافت ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء سے لے کر ۸ نومبر ۱۹۶۵ء تک یعنی نصف صدی سے زیادہ عرصے تک محیط ہے۔ اس عنوان کو ملحوظ رکھتے ہوئے مباہلوں کی کوئی جامع فہرست ابھی تک ہمارے لٹریچر میں موجود نہیں تاہم میں نے کوشش کی ہے کہ جماعتی لٹریچر سے جتنا زیادہ سے زیادہ مواد میسر آئے وہ آپ کے سامنے ایک ترتیب کے ساتھ پیش کروں۔ عین ممکن ہے کہ بعض باتیں میری نظر سے رہ گئی ہوں لیکن جو کچھ اس مضمون میں موجود ہے وہ طالبانِ حق کے لئے دوگونہ دلچسپی کا سامان مہیا کرتا ہے۔

مباہلوں کی باقاعدہ تفصیل سے پیشتر مناسب ہوگا کہ ان پر ایک طائرانہ نظر ڈال لی جائے۔

سب سے پہلا امر یہ سامنے آتا ہے کہ حضرت مصلح موعود نے خود جو مباہلے کے چیلنج دیے یا آپ کو دیے گئے ان کی تعداد دس بنتی ہے اور فریقین کی تعداد سات ہے جن میں سے چار غیر از جماعت علماء یا اُن کا گروہ، دو فریق جماعت احمدیہ سے مرتد ہونے والے اور ایک لاہوری پارٹی کے سربراہ مولوی محمد علی صاحب ہیں۔

آپ کی دلچسپی کے لئے حضور کے مقابل فریق، موضوع مباہلہ اور آغاز گفتگو کا سن پیش کرتا ہوں۔

فریق مقابل	موضوع مباہلہ	سن مباہلہ
خواجہ حسن نظامی	صداقت حضرت مسیح موعودؑ	دسمبر ۱۹۱۷ء
علماء دیوبند و فرنگی محل	// // //	فروری ۱۹۱۹ء
سید محمد شریف (امیر جمعیت اہلحدیث)	وفات مسیح و دعویٰ مسیحیت	جولائی ۱۹۲۱ء
عبدالکریم مستری	خلافت مصلح موعود	جون ۱۹۲۹ء
اخبار "مباہلہ" کے بانی اور معاونین	ایک متنازعہ امر	جون ۱۹۲۹ء
مجلس احرار	عظمت رسول اکرم ﷺ	۱۹۳۵ء
مجلس احرار	حرمت مکہ و مدینہ منورہ	۱۹۳۵ء
مجلس احرار	صداقت حضرت مسیح موعود	۱۹۳۵ء
شیخ عبدالرحمٰن مصری	خلافت مصلح موعود	نومبر ۱۹۳۷ء
مولوی محمد علی صاحب	کلمہ طیبہ کی تنسیخ	جولائی ۱۹۴۴ء

دوسرا امر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصلح موعود کے چیلنج کو قبول کرنے کی کسی کو بھی جرأت نہیں ہوئی۔ آپ کو یہ بھی نظر آئے گا کہ بعض نے خود پہل کر کے دعوتِ مباہلہ دی یا حضور کے چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان بھی کیا مگر ساتھ ہی اپنے فرار کے ایسے راستے تجویز کئے کہ مباہلے کا مضمون مشتبہ ہو کر رہ گیا اور صاف نظر آتا ہے کہ مخالفین کو اپنی صداقت پر نہ تو یقین تھا اور نہ ہی قسم کھانے کی جرأت تھی۔ چنانچہ عملی نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی مباہلہ عملاً وقوع پذیر نہیں ہوا۔

ایک غیر معمولی بات یہ بھی نظر آتی ہے کہ حضرت مصلح موعود نے دشمن کے مباہلہ قبول کئے جانے کے اعلان سے پہلے ہی اس کے فرار کی ہر راہ بند کرنے کے لئے بار بار خدا کے سامنے قسمیں کھائیں اور جھوٹا ہونے کی صورت میں عذاب کا مطالبہ کیا اور ظاہر ہے کہ کوئی جھوٹا ایسا نہیں کر سکتا۔

پھر باوجود اس کے کہ کوئی مباہلہ عملاً واقع نہیں ہوا، لیکن ہر چیلنج کے بعد جماعت پر اللہ کے فضلوں کی مقدار اور کمیت پہلے سے بھی بڑھ گئی اور مخالفوں کو ہر میدان میں ذلت اور ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور یہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ

جماعت احمدیہ ہی اور اس کا امام ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے سچائی پر قائم کئے گئے ہیں۔آج ان تمام مخالفین کا یا تو نام لیوا ہی کوئی نہیں اور یا اُن کو عزت سے یاد کرنے والا کوئی نہیں اور وہ عبرت کا نشان بن چکے ہیں،لیکن مباہلے کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو محروم نہیں رکھا۔

اس تمہید کے بعد اب میں ایک ایک مباہلے کے متعلق کچھ تفصیل سے لکھتا ہوں۔

خواجہ حسن نظامی (دسمبر ۱۹۱۷ء)

شمس العلماء خواجہ حسن نظامی، درگاہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے سجادہ نشین، ان کا شمار شریف نگر ہوشیار صوفیاء اور صاحب طرز ادیبوں اور انشاء پردازوں میں ہوتا ہے۔انہوں نے ۱۹۱۷ء کے آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو عجیب و غریب دعوت دی۔ان کی عجیب وغریب دعوت یہ تھی کہ مرزا محمود احمد صاحب اجمیر شریف آئیں اور میں بھی وہاں حاضر ہوجاؤں گا۔آستانہ خواجہ غریب نواز (معین الدین چشتی اجمیریؒ) کی مسجد میں مرزا صاحب میرے ساتھ کھڑے ہوں اور اپنی باطنی قوتوں کے تمام حربے مجھ پر آزمائیں اور جب وہ اپنی ساری کرامت آزما چکیں تو مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں صرف یہ کہوں کہ اے خدا بطفیل اس صاحب مزار کی حقانیت کے اپنی صداقت کو ظاہر کر اور ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو اس کو اسی وقت اور اسی لمحہ میں ہلاک کردے اور اس کے بعد مرزا محمود احمد صاحب کو اجازت دی جائے کہ وہ اپنے الفاظ میں جو جی چاہے کریں۔میعاد صرف ایک گھنٹہ مقرر کی جائے۔دونوں آدمیوں میں سے ایک پر ایک گھنٹہ کے اندر اس دعا کا اثر ہونا چاہیے۔

(رسالہ ”نظام المشائخ“ دہلی محرم ۱۳۳۶ھ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۵)

پھر لکھا کہ اگر تم کو یہ مباہلہ منظور ہو تو ربیع الاوّل کی چھٹی تاریخ کو اپنے حواریوں کو لے کر اجمیر شریف آجاؤ۔

جب یہ چیلنج حضور کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فوری نوٹس لیا اور ایک طرف تو اس دعوتِ مباہلہ کی جو غلطیاں تھیں اور جو سراسر شریعتِ اسلامیہ کے خلاف تھیں خواجہ صاحب کو ان کی طرف توجہ دلائی اور اس کے بعد قرآن کریم اور سنت نبویؐ کی روشنی میں دعوت مباہلہ باقاعدہ طور پر خواجہ صاحب کو دی۔

خواجہ صاحب کے چیلنج کے متعلق آپ نے فرمایا:-

”یہ طریق فیصلہ کہاں سے ایجاد کیا گیا ہے؟ اس قسم کا مقابلہ کسی بزرگ یا نبی کے طریق عمل سے ثابت نہیں۔قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کفار ہی ہمیشہ ایسا مطالبہ کیا کرتے تھے کہ ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (العنکبوت:۳۰) کہ ابھی ابھی عذاب نازل کرو۔لیکن اس کے مقابل جو صادقین کا گروہ ہوتا تھا ان کے پاس کرامت اور فیصلے کے مخفی طریق اور غیبی طاقتوں کے استعمال اور باطنی قوتوں کے حربوں کے وار نہیں ہوتے تھے۔

جب بھی ان سے اس قسم کا مطالبہ ہوتا تو وہ یہی کہتے قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ...... وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ...... (الانعام:۵۸-۶۰)

آپ نے فرمایا کہ آپ جس طرح چاہیں اپنی طاقت کو آزمانے کا مظاہرہ کریں لیکن اس کا نام ہم مباہلہ نہیں رکھ سکتے اور دوسری غلطی یہ تھی کہ اثر مباہلہ کے ظہور کی میعاد بھی اقوال رسولؐ اور اتفاق اُمت کے خلاف ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ جو طریق قرآن کریم ،کلام

آنحضرتؐ اور تجربہ صلحائے اُمت سے ثابت ہے اس کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے مَیں اور میری جماعت ہر وقت تیار ہے اور وہ طریق مباہلہ ہے۔

مباہلہ کے لئے ہم بارہا اپنے مخالفوں کو چیلنج دے چکے ہیں اور اگر آپ چاہیں تو آپ سے بھی مندرجہ ذیل شرائط کے ماتحت مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔

۱۔ مباہلہ مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی صداقت پر ہوگا (جو آپ کے اور میرے درمیان متنازع فیہ امر ہے)

۲۔ آپ (خواجہ حسن نظامی) کسی جماعت کے قائم مقام نہیں اور آپ کی وفات کوئی حجت نہیں ہوسکتی اس لئے فریقین کی طرف سے ایک ایک ہزار افراد ہوں جو اس (مباہلہ) میں شامل ہوں۔

۳۔ ان ایک ہزار افراد کی فہرست پہلے سے مہیا ہونی چاہیے جس پر اُن کے نام مع ایڈریس و دستخط درج ہوں۔

۴۔ مباہلہ ''لاہور'' میں ہوگا جو دونوں فریقوں کے لئے یکساں ہے۔

۵۔ آیت مباہلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دلائل کے اظہار کے بعد مباہلہ ہوتا ہے۔ لہٰذا فریقین مباہلہ کے مضمون پر ایک دوسرے کو اپنے خیالات اور اس کے دلائل سے آگاہ کرلیں تاکہ پہلے اتمام حجت ہوجائے اس لئے پہلے ایک مختصر سی تقریر بھی ہوگی۔

۶۔ سوائے ان افراد کے جو مباہلہ میں شامل ہوں اور کوئی بھی میدان مباہلہ میں نہ ہوگا۔

۷۔ شرائط مباہلہ طے ہوجانے کے بعد پانچ پانچ ہزار روپے نقد کسی ثالث کے پاس جمع کرادیے جائیں تاکہ اگر کوئی فریق وقت مقررہ پر نہ پہنچے تو حاضر فریق کو بطور تاوان یا ہرجانہ وہ رقم دے دی جائے۔

۸، ۹۔ مباہلہ کے لئے اجازت کی کوشش اور انتظامات کے اخراجات فریقین کے ذمہ مساوی ہوں گے۔

۱۰۔ مباہلہ میں یہ شرط ہوگی کہ عذاب آسمانی ہوگا اور انسانی دخل سے پاک ہوگا۔

۱۱۔ اثر مباہلہ کی میعاد مباہلہ کے وقت سے لے کر ایک سال ہوگی مگر آپ کو اجازت ہوگی کہ ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ کے اندر ہی اپنا اثر دکھانے کا وعدہ کریں۔

۱۲۔ آیت قرآنی کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے یہ ضروری ہوگا کہ کم سے کم ہر گروہ اپنی بیوی اور بچوں کو مباہلہ میں شامل کریں۔

۱۳۔ وقت مباہلہ ایک گھنٹہ ہوگا۔ (الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۱۷ء)

آپ نے خواجہ صاحب کو مذکورہ بالا طریق مباہلہ کے علاوہ دو اور طریق پر فیصلہ کرنے کی دعوت بھی دی جو کہ درج ذیل ہے:-

اوّل یہ کہ ''آپ اجمیر جاکر جہاں خاص طاقتیں آپ کو ملتی ہیں یا جس اور مقام پر آپ کو خاص برکت حاصل ہو اپنی تمام طاقتیں میرے خلاف صرف کریں لیکن قبل از وقت اعلان کردیں کہ فلاں وقت سے مَیں اس کے خلاف اپنی باطنی طاقتوں کو خرچ کرنا شروع کروں گا اور اتنے عرصہ میں یہ ہلاک ہوجائے گا۔''

''دوم یہ کہ آپ اپنے اہل و عیال سمیت مع دس ہمراہیوں کے (یا اس سے کم) قادیان آجاویں آپ کے کرایہ آمد و رفت کا میں ذمہ دار ہوں گا۔ پہلے آپ سے تبادلۂ خیالات ہوگا اور اگر آپ مباہلہ پر مُصر ہوں گے تو آپ اور آپ کے اہل وعیال اور مَیں اور میرے اہل وعیال کے درمیان سنت نبویؐ کے مطابق مباہلہ ہوجائے گا۔''

(الفضل ۱۸/دسمبر ۱۹۱۷ء)

عفوو درگزر

(مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب)

جب کسی انسان کو کسی کی طرف سے دکھ اور تکلیف پہنچتی ہے تو ایسے مظلوم شخص کا دل طبعاً انتقام کی طرف مائل ہوتا ہے، لیکن شریف انسانوں کا انتقام بہت مختلف ہوتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''.....شریف کا بدلہ لینا یہی ہوتا ہے کہ اپنے دشمن کو احسان سے شرمندہ کرے اور اسے اپنی دشمنی پر افسوس کرنے کے لئے مجبور کرے''۔ (انوار العلوم جلد ۴ صفحہ ۳۶۱)

رسول کریم ﷺ کی زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جہاں آپ نے دشمنوں کو نہ صرف معاف کیا بلکہ احسان کا سلوک بھی فرمایا۔ چنانچہ حضورؐ کے عفوو درگزر کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

خانہ کعبہ کی دربانی

ابتدائے اسلام کے وقت اتوار اور جمعرات کے دن خانہ کعبہ کے دروازے کھولے جاتے تھے تا کہ لوگ اندر جاسکیں۔ اس وقت خانہ کعبہ کے دربان عثمان بن طلحہ تھے۔ ایک دن آنحضرت ﷺ جب خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے لگے اور دربان عثمان بن طلحہ نے آپ کو اندر جانے کی اجازت نہ دی اور سختی سے پیش آیا اس وقت آنحضرت ﷺ نے عثمان بن طلحہ کے رویہ کو دیکھ کر فرمایا:-

''اے عثمان! ایک دن آئے گا جب تُو دیکھے گا کہ یہی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور پھر جسے میں چاہوں گا یہ چابیاں دوں گا''۔

فتح مکہ کا دن وہی دن تھا اور عثمان بن طلحہ اپنے اس رویہ کو یاد کر کے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے چابیاں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر رہا تھا کہ نہ جانے اب اس سے انتقاماً کیا سلوک ہوتا ہے مگر ادھر جب آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ سے باہر تشریف لائے تو چابیاں عثمان بن طلحہ کے حوالہ کر دیں اور فرمایا:-

''میں یہ چابیاں ہمیشہ کے لئے تمہیں اور تمہارے خاندان کو دیتا ہوں اور سوائے ظالم کے کوئی بھی تم سے یہ چابیاں نہیں چھین سکے گا''۔ (السیرۃ الحلبیہ ذکر فتح مکہ)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا انتقام

حضرت بلالؓ پر جو ظلم ہوئے تھے اور جو تکالیف ان کو دی گئی تھیں ان کو دیکھتے ہوئے وہ سوچتے ہوں گے کہ جب اسلام غالب آئے گا تو کفار سے بدلہ لوں گا اور آنحضرت ﷺ اور دوسرے مسلمان بھی میرا انتقام لیں گے مگر فتح مکہ کے دن آنحضرت ﷺ نے دشمنوں کے لئے جو معافی کے راستے کھولے تھے ان سے تو حضرت بلالؓ کا انتقام نظر نہیں آتا تھا لیکن ایسا نہیں۔ آپؐ نے ایک جھنڈا حضرت بلالؓ کے حوالے کیا اور فرمایا۔ اے بلال! یہ جھنڈا لے لو اور مکہ کی گلیوں میں جا کر منادی کرو کہ جو شخص بلالی جھنڈے کے نیچے آ جائے گا اسے بھی امان دی جائے گی۔ اس طرح آپ نے اپنی طرف سے دی گئی معافی کو حضرت بلالؓ کی طرف منتقل کر دیا اور یوں آپ نے حضرت بلالؓ کا دل ٹھنڈا کر دیا اور اسے یہ فخر بخش دیا کہ ان پر ظلم کرنے والے ان کی پناہ میں آنے اور ان کے معافی دینے سے بخشے جائیں گے۔ اس رنگ میں انتقام لے کر آپؐ نے حضرت بلالؓ کا سر اونچا کر دیا۔

اپنے چیلنج کا اتنا تفصیلی جواب دیکھ کر اور موت کو اپنے اتنا قریب پا کر خواجہ صاحب جو معلوم ہوتا ہے کہ محض نمود و نمائش کے لئے مباہلے کا چیلنج دے رہے تھے اب مباہلے سے فرار کی راہیں ڈھونڈنے لگے۔ پہلے تو صاف مُکر گئے کہ مَیں نے مباہلے کا چیلنج دیا ہی نہیں، لیکن اس طرح مزید سُبکی ہوتے دیکھ کر آپ نے یہ شائع کر دیا کہ مجھے مرزا محمود کی ساری شرائط منظور ہیں ہم لاہور میں مباہلہ کریں گے۔

لیکن یہ جواب اتنا غیر واضح اور مبہم تھا کہ حضور کو دوبارہ خط لکھنا پڑا۔ اس میں حضور نے اس کے مہمل اعلان پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ میری اکثر اور ضروری شرائط کو تو وہ ویسے ہی گول کر گئے مثلاً فہرست تو اُن افراد کی مانگی تھی جو مباہلے میں شامل ہونا چاہتے ہوں لیکن جواب یہ دیا کہ ٹھیک ہے میں آپ کو اپنے ان ایک ہزار مریدوں کی فہرست دے دوں گا جنہوں نے میری ہاتھ پر بیعت کی ہے.....علیٰ ھذ القیاس (اس تفصیلی گفتگو کو الفضل ۸ جنوری ۱۹۱۸ء میں پڑھا جا سکتا ہے)

آخر کار خواجہ صاحب منت سماجت پر اُتر آئے اور یہ درخواست کی کہ اگر آپ ایک ہزار افراد اور پانچ ہزار روپے والی شرط موقوف کر دیں تو بندہ مباہلے کی صلیب اٹھانے پر تیار ہے۔ حضور چونکہ چاہتے تھے کہ اگر یہ مباہلے کے ذریعہ فیصلہ کرنے پر آمادہ ہو ہی گئے ہیں تو فیصلہ ہو جانا چاہیے لہذا آپ نے اپنی شرائط میں مزید نرمی کی اور فرمایا کہ آپ تحریراً لکھ دیں کہ آپ کے اتنے مرید مباہلہ کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ اس صورت میں آپ مرد و عورت اور بچے سب ملا کر ایک ہزار کر لیں۔ دوسری بات آپ نے یہ لکھی کہ اگر آپ قادیان مباہلہ کے لئے تشریف لے آئیں تو ساری شرائط ختم ہو جائیں گی اور آپ کے آنے پر اگر میں مباہلہ نہ کروں تو پانچ ہزار روپے نقد آپ کو دیا جائے گا۔ (الفضل ۱۹ جنوری ۱۹۱۸ء)

بعد میں خواجہ صاحب کی لجاجت اور ان کے فرار کے بہانے دیکھ کر ایک ہزار کی بجائے پانچ سو آدمی کر دیے اور پھر یہ شرط بھی ختم کر دی۔ صرف اتنا کہا کہ ملک کے مشہور علماء اور سجادہ نشینوں اور مریدوں میں سے دینی اور دنیاوی سربرآوردہ لوگوں کے دستخط کروا کے بھجوا دیں جس میں وہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اقرار کریں کہ اگر آپ ہلاک ہو جاویں تو وہ اپنے عقائد سے توبہ کر کے احمدیت کو قبول کر لیں گے اور پانچ ہزار نقد کی بجائے صرف ایک چیک پانچ ہزار کا زرِ ضمانت کے طور پر وہ پیش کر دیں۔

۲۳ فروری ۱۹۱۸ء کے الفضل کے مطابق آپ نے خواجہ صاحب کی سہولت کی خاطر صرف ۴۰۰ افراد اور پانچ ہزار کی بجائے چار ہزار روپے کر دیئے لیکن خواجہ صاحب کو نہ آنا تھا اور نہ آئے۔

خواجہ صاحب کے اس طریق مباہلہ اور اس طرز کو دیگر مسلمان اکابرین نے بھی تنقید کا نشانہ بنایا اور مولوی ظفر علی خان صاحب نے تو "اسلام سے تمسخر" اور "بچوں کا کھیل" کے عنوان سے اخبار میں ایک تنقیدی مضمون بھی لکھا جو کہ "ستارہ صبح" ۳۱ دسمبر ۱۹۱۷ء کو چھپا۔

الغرض خواجہ صاحب تو اپنا نام چمکانے کے لئے نکلے تھے لیکن

اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

والا معاملہ اُن سے ہوا ہر طرف سے ان کے اس طریق کی مذمت کی گئی اور آخر کار تنگ آ کر "مَیں نہ جانوں مَیں نہ مانوں" کے مصداق یہ کہہ کر پیچھا چھڑا لیا کہ:-

"چند ماہ کا ذکر ہے میری اہلِ قادیان سے کچھ مخاطبت ہوئی تھی۔ مَیں لگاتار تضیع اوقات نہیں کر سکتا، جب اہلِ قادیان سے ان کی اعلانیہ گریز دیکھ لی

اور سمجھ لی تو اس گفتگو کو ختم کر دیا۔ اب وہ مذکورہ مباہلہ کی نسبت کچھ ہی لکھتے رہیں مطلق جواب نہ دیا جائے گا'' (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۲۴۴)

اس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) ۔تاریخ احمدیت جلد ۵

(۲) ۔الفضل ۱۸،۲۵،۱۸ دسمبر ۱۹۱۷ء۔ ۸ جنوری ۱۹۱۸ء۔ ۲۳ فروری ۱۹۱۸ء

ضمیمہ

خواجہ حسن نظامی کا ذکر آپ نے مباہلہ کے ضمن میں ابھی سنا ہے ان کے متعلق کچھ مزید عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں اس عجیب وغریب دعوت مباہلہ کی وجہ سے تو ان کا ذکر ہے ہی لیکن عمومی طور پر ان کا جماعت احمدیہ کے ساتھ تعلق بھی نہایت شریفانہ رہا اور کم وبیش آخر تک اس کو نبھایا۔ مثلاً:-

الف۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ۱۹۰۵ء کے سفر دہلی میں انہوں نے حضور کو اپنے مکان پر آنے کی دعوت دی۔ حضورؑ کے نظام الدین اولیاء کے مزار پر جانے کے وقت خواجہ صاحب نے بڑی عاجزی اور خوشی سے حضورؑ کی خدمت بھی کی اور وہاں کے مقامات اور تاریخی حالات بھی عرض کئے اور واپسی پر نہایت اصرار سے حضور سے تبرکاً تحریر بھی لینی چاہی جو آپ نے عطا کی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی دہلی سے روانگی کے وقت اسٹیشن پر الوداع کہنے والوں میں سے بھی تھے۔

ب۔ ۱۹۰۷ء میں مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات پر آپ نے ایک تعزیت نامہ بھی لکھا جو آپ کے لگاؤ اور تعلق پر روشنی ڈالتا ہے ____ لکھتے ہیں:-

''......اگرچہ آپ کو صبر ورضا کی تلقین لقمان کو حکمت سکھانا ہے تاہم رسمی طور پر اس نیت سے یہ نامہ ارسال ہے کہ آپ کو اور آپ کی جماعت کو اس ابتلاء میں قلبی اطمینان میسر ہو گیا ہوگا مگر افسوس کہ میں بسبب اس محبت کے جو مجھ کو آپ اور آپ کی جماعت سے ہے عزیز مرحوم کی ناگہانی وفات کو برداشت نہیں کر سکتا اور سخت قلق میں ہوں''۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۲۲۲)

اس کے علاوہ کشمیر کے حالات بگڑنے پر جب حضور نے خطبات اور تقاریر کے ذریعہ تمام مسلمانوں اور ان کے لیڈروں کو متحد ہونے کی دعوت دی تو اس نازک وقت میں بھی آپ کی آواز پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے خواجہ حسن نظامی ہی تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۶ صفحہ ۴۵۹)

ایک اور موقعہ پر خواجہ صاحب نے جس عقیدت کا اظہار جماعت احمدیہ سے کیا وہ قابل ذکر ہے۔

خلافت جوبلی کے موقعہ پر خواجہ صاحب نے اپنے رسالہ ''منادی'' میں حضرت مصلح موعود اور احباب جماعت کا ایک گروپ فوٹو شائع کیا اور نیچے لکھا:-

''آج کل مرزا محمود احمد صاحب کی خلافت کی پچیس سالہ جوبلی قادیان میں ہو رہی ہے اور میں اپنے تعلقات کی یادگار میں جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے میرے تھے اور ان کے فرزند اور خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود سے ہیں اور مرزا صاحب نے اپنی خلافت کے پچیس سالہ ایام میں (دین حق) کی اور مسلمانوں کی بڑی بڑی خدمات انجام دی ہیں اور سر محمد ظفر اللہ خان جیسے خادم (دین حق) اور (مومن) فرد تیار کئے ہیں اس لئے میں یہ تصویر اپنی جماعت اور ناظرین ''منادی'' کی معلومات کے لئے اور جوبلی کی خوشی میں شریک ہونے کے لئے شائع کرتا ہوں۔

حسن نظامی''۔

(الفضل ۵ جنوری ۱۹۴۰ء)

(باقی آئندہ)

• • • • • • • • • • • • • • • • • •

محترم سید میر مسعود احمد صاحب انتقال فرما گئے

احباب جماعت کو نہایت دکھ اور افسوس کے ساتھ یہ خبر دی جاتی ہے کہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک واقف زندگی بزرگ اور جماعت کے مخلص خادم محترم سید میر مسعود احمد صاحب ابن حضرت میر محمد اسحاق صاحب مورخہ 23 دسمبر 2002ء بروز سوموار صبح ربوہ میں انتقال فرما گئے۔ بوقت وفات آپ کی عمر 75 سال تھی۔ آپ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے داماد اور محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کے بہنوئی تھے۔

اسی روز بعد نماز عشاء بیت المبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں کثیر تعداد میں احباب جماعت شامل ہوئے۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ کی چھوٹی چار دیواری میں ہوئی۔ قبر تیار ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نے دعا کروائی۔ محترم سید میر مسعود احمد صاحب کا تعلق سلسلہ کے ممتاز علمی، روحانی اور خدمت کرنے والے گھرانے سے ہے۔ آپ کے دادا حضرت میر ناصر نواب صاحب اور والد حضرت میر محمد اسحق صاحب ہیں۔ بھائیوں میں محترم سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ اور مکرم سید میر محمود احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ شامل ہیں۔ آپ خدا کے فضل سے غیر معمولی ذہین اور وسیع مطالعہ رکھنے والے وجود تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ سے بھی نوازا تھا۔ سلسلہ کے پرانے خاندانوں اور رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں معلومات کا خزانہ تھے۔ محترم میر صاحب نگران متخصصین بھی تھے اور ان کی راہنمائی اور ان کے ساتھ مشفقانہ سلوک اور علم کی حوصلہ افزائی آپ کے شمائل کا خاص حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آپ جیسے اہل علم بزرگ جماعت کو عطا کرتا چلا جائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل اور آپ کی نیک یادوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ادارہ "خالد" آپ کی وفات پر آپ کے جملہ لواحقین سے اس صدمہ کے موقع پر دلی اظہار تعزیت کرتا ہے۔ آپ کی وفات پر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے جو قرارداد تعزیت مجلس عاملہ پاکستان، قائدین علاقہ و اضلاع کے اجلاس منعقدہ 5 جنوری 2003ء میں پیش کی تھی، وہ شائع کی جا رہی ہے۔

قراردادِ تعزیت از طرف مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

یہ خبر انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ حضرت سید میر مسعود احمد صاحب ابن حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب مورخہ 23/دسمبر 2002ء کو انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے داماد اور محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کے بہنوئی تھے۔ خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگ فرد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ جسمانی قرب اور نسبت بھی تھی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام آپ کے پھوپھا تھے۔

محترم میر صاحب یکم ستمبر 1927ء کو پیدا ہوئے اور نوجوانی کی عمر میں ہی (اٹھارہ برس کی عمر میں) نظام وصیت اور وقف زندگی کی تحریک میں شمولیت فرمائی۔ 1952ء میں باقاعدہ وقف کا فارم پر کر کے "نظارت دعوت و تبلیغ" میں کام شروع کیا اور

1954ء میں تحریک جدید کے تحت خدمات دینیہ کا آغاز کیا اور خدمت کا یہ سلسلہ جو کہ نصف صدی پر محیط تھا آخری دم تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں آپ کو ڈنمارک اور سوئٹزرلینڈ میں 15/سال تک بطور مبلغ سلسلہ خدمات کی توفیق ملی۔ مرکز سلسلہ میں نائب وکیل الدیوان، وکیل الدیوان، ممبر مجلس کارپرداز، قائمقام وکیل التبشیر اور قائمقام وکیل اعلیٰ کے طور پر خدمات انجام دینے کی توفیق ملتی رہی۔ 1982ء میں جب وکالت صد سالہ جوبلی کا اجراء کیا گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کا تقرر بطور ''وکیل صد سالہ جوبلی'' فرمایا اور اس عہدہ پر آپ 1992ء تک فائز رہے۔ 1954-56ء کے سالوں میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بطور مہتمم بھی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے ہی جب تخصص کا نظام وکالت علیاء کے تحت کیا گیا تو اس کے لئے ''نگران متخصصین'' کے طور پر بھی حضور انور کی منظوری سے آپ کا ہی تقرر ہوا اور اس عہدہ پر آپ آخری دم تک فائز رہے اور طلباء آپ کی شفقت اور رہنمائی سے مستفیض ہوتے رہے۔ آپ اللہ کے فضل سے غیر معمولی طور پر ذہانت اور وسعت مطالعہ کی خداداد صلاحیت کے مالک تھے اور اس کے ساتھ ساتھ غیر معمولی حافظہ اور حیرت انگیز حد تک علم الانساب کی خداداد صلاحیت کے مالک تھے۔ آخری چند سالوں میں علم وتحقیق کے کئی پہلوؤں پر اپنی تحقیق کو تحریری شکل میں پیش کیا۔ اس میں حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید اور بعض دیگر (رفقاء) کے متعلق تفصیلی و تحقیقی مقالے شامل ہیں۔ اس دوران خلافت لائبریری میں موجود (رفقاء) اور بزرگان سلسلہ کی سینکڑوں تصاویر پر تحقیق وتلاش کرتے ہوئے اس خزانے کو محفوظ کرنے میں لائبریری کی معاونت فرمائی۔ چند سال قبل حضور انور نے رجسٹر روایات پر تحقیق نظر ثانی کا کام کرنے کے لئے جو کمیٹی تشکیل فرمائی اس کا ایک ممبر آپ کو بھی نامزد فرمایا۔ آجکل آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں ہندو مذہب پر تحقیقی کام فرما رہے تھے (اور اس اہم کام کے لئے سنسکرت بھی سیکھ رہے تھے)۔

آپ کی وفات سے جماعت ایک نڈر، شفیق، عالم باعمل بزرگ سلسلہ سے محروم ہوگئی ہے۔ خدا کرے کہ سلسلہ احمدیہ کے سینکڑوں افراد **اذا سید منا خلا قام سید** کے مصداق اس بزرگ کی جگہ لینے کو آگے بڑھیں۔

آپ کی شادی حضرت مصلح موعود کی نواسی محترمہ امۃ الرؤف صاحبہ بنت حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب سے ہوئی اور آپ کے چار بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے دو واقف زندگی ہیں: مکرم سید میر محمود احمد صاحب (واقف زندگی) مہتمم صنعت وتجارت، نائب ناظر تعلیم، مکرم ڈاکٹر سید مشہود احمد صاحب (واقف زندگی)، مکرم سید خالد مقصود احمد صاحب، مکرم سید ناصر داؤد احمد صاحب۔ ہم ممبران مجلس عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان۔۔۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، محترمہ صاحبزادی امۃ الرؤف صاحبہ، محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی، جملہ افراد خاندان اور آپ کے چاروں صاحبزادگان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا کرتے ہیں کہ آپ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے خدائے رحیم وکریم اس کو اپنے فضل سے پر فرمائے اور جانے والے کو اللہ تعالیٰ لحہ لحہ اپنے فضل ورضا کی جنتوں کا وارث بناتا چلا جائے اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔ آمین

ہم ہیں ـــــــ ممبران عاملہ، قائدین علاقہ واضلاع مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

....

مجلس عرفان

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ

نظر لگ جانے سے کیا مراد ہے؟

سوال: نظر لگ جانے کا نظریہ کہاں تک صحیح ہے اور اگر کوئی گائے یا بھینس دودھ کم دینے لگے تو لوگ کہتے ہیں نظر لگ گئی۔ اس طرح چھوٹے بچے کے پیٹ میں درد ہو یا وہ رونا زیادہ ہو تو کہتے ہیں اس کو نظر لگ گئی ہے۔ اگر فصل اچھی یا خراب ہو جائے تو اسے بھی نظر لگنا کہتے ہیں۔ اس کا کیا مفہوم ہے؟۔

جواب: ”جہاں تک میرا تجربہ ہے اور جہاں تک میں نے اس پر غور کیا ہے اور اس علم کا خود بھی مطالعہ کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ نظر مسمریزم کا نام ہے۔ جب کسی چیز کی طرف انسان کی توجہ زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کا دوسرے پر اثر پڑتا ہے اور اس کے خیالات دوسرے کی طبیعت کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کوئی چیز کھا رہا ہے اور دوسرے کا اس طرف دھیان ہے اور اسے دیکھ کر اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ کھائے تو جب کسی شخص کے دل میں اس قسم کی حرص پیدا ہو جاتی ہے کہ کاش فلاں چیز میں کھاتا۔ تو اگر اس کی طبیعت اس قدر لالچی ہوگی کہ اس کی توجہ پوری طرح ادھر لگ جائے گی کہ یہ کھا رہا ہے اور میں نہیں کھا رہا۔ تو دوسرے آدمی کی طرف اس کے خیالات منتقل ہو جائیں گے اور اس کی طبیعت میں انقباض پیدا ہو جائے گا اور جو چیز انسان انقباض کی حالت میں کھائے وہ لگتی نہیں اور جب کوئی چیز لگے نہ تو لازمی طور پر نقصان ہوتا ہے۔ پس یہ تو ایک حقیقت ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے اور اس کے عجیب عجیب نظارے دیکھے ہیں۔ کئی دفعہ میں نے ان کا اپنی تقریروں میں بھی ذکر کیا ہے مثلاً کسی کے ہاتھ جوڑ دیے اور کہا کہ اب ہاتھ کھولو لیکن باوجود کوشش کے اس کے ہاتھ کھل نہیں سکتے۔ بیٹھے ہوئے پر اثر ڈالا اور کہا اب تم اٹھ نہیں سکتے۔ آنکھیں بند کر دی ہیں تو نہیں کھلتیں۔ زبان بند کر دی ہے اور کہتا ہوں بات کرو لیکن نہیں کر سکتا۔ غرض یہ واقعہ ہے کہ خیالات دوسرے میں منتقل ہو جاتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں نظر لگنا ٹھیک ہے۔ مسمریزم کا اثر بالارادہ ہوتا ہے، لیکن توجہ کے معنی یہ نہیں کہ کسی شخص کے خیالات کسی ایک طرف مرکوز ہو جائیں بغیر اس کے اس پر مسمریزم سے اثر ڈالا جائے اور یہ چیز عام ہوتی ہے۔ میں پچھلے سال ڈلہوزی میں تھا۔ میرے ہاتھ میں کوئی کھانے کی چیز تھی وہ گر گئی۔ یکدم میری ایک لڑکی اور اس کی والدہ کی ہنسنے کی آواز آئی۔ میں نے اس کی والدہ سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا۔ یہ لڑکی کہتی ہے کہ جب ابا جان کی طرف دیکھتی ہوں تو ان کے ہاتھ میں جو چیز ہو گر جاتی ہے اور جب اس نے یہ کہا تو اسی وقت وہ چیز گر گئی اس سے ہم ہنس پڑے اس کو ہم حرص اور لالچ کا نتیجہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ میرے ساتھ مل کر کھاتی ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے کچھ مخلوط جذبات ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اس طرح ہو جاتا ہے، تو یہ چیزیں ایسی ہیں جو مشاہدات میں روزانہ آتی ہیں۔ پس نظر لگ جانا ٹھیک ہے اور اس کا علاج بھی مقابل کی توجہ سے کیا جا سکتا ہے۔ اس دوست نے بھینس کے متعلق اور اس طرح اور چیزوں کے متعلق پوچھا ہے۔ ان پر بھی اسی طرح اثر ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی کی بھینس دیکھتا ہے جو بہت دودھ دیتی ہے اور اس کے گھر میں بھی ایک بھینس ہے لیکن وہ کم دودھ دیتی ہے تو اس کے دل میں غصہ اور نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور اس کا اثر جانور پر جا پڑتا ہے اور اس کا دودھ سوکھنا شروع ہو جاتا ہے اور یہی نظر لگنا ہے“۔

(الفضل ۱۱/ اگست ۱۹۶۰ء)

* * * * * * * * * * *

کان خالقیت کا ایک شاہکار

(مکرم محمد ثاقب صاحب۔لطیف آباد ضلع حیدرآباد)

انسان کا ایک رابطہ کا نظام ہے جس سے انسان کے ذہن اور اس کی تمام صلاحیتوں نے ترقی اور تربیت حاصل کی ہے۔ اصل میں سننے کا عمل جس سے آواز کی تمام خصوصیات پہچانی جاتی ہیں، دماغ کا ایک اہم کام ہے۔کان ایک آلہ کے طور پر کام کرتا ہے جو کہ آواز کو اکٹھا کر کے دماغ کی طرف پہنچاتا ہے۔ سننے کے اس سارے عمل پر اگر غور کیا جائے تو اس کی تخلیق اپنے خالق کا پکار پکار کر اظہار کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"تو رحمٰن کی پیدائش میں کوئی رخنہ نہیں دیکھتا۔تو اپنی آنکھ کو اِدھر اُدھر پھیر کر اچھی طرح دیکھ لے کیا تجھے خدا کی مخلوق میں کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔ پھر بار بار نظر کو چکر دے وہ آخر تیری طرف نا کام لوٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی اور کوئی رخنہ نظر نہ آئے گا"۔(سورۃ الملک:۴،۵)

انسان کے دونوں کان بیک وقت کام کرتے ہیں اور سننے کے علاوہ سکون و حرکت میں انسانی جسم کا توازن قائم رکھنے میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں اور اگر اس توازن میں تھوڑا سا بھی رخنہ آ جائے تو انسان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور بعض اوقات تو نوبت خودکشی تک پہنچ جاتی ہے۔

آواز کیا ہے؟

یہ توانائی کی ایک قسم ہے جو مرتعش (Vibrating) اجسام سے نکلتی ہے اور بعد میں بہت ہی پیچیدہ مراحل سے گذر کر ایک طرح کی بجلی کی رو Nerve Impulse میں تبدیل ہو کر دماغ تک پہنچتی ہے اور دماغ اس کا تجزیہ کرتا ہے اور اس کے مطابق ردعمل ظاہر کرتا ہے۔

جب بھی کوئی جسم حرکت کرتا ہے تو دائیں بائیں یا آگے پیچھے حرکت کرتا ہے۔ چنانچہ اس وجہ سے وہ جسم ایک مرتبہ کان کے پردے پر دباؤ (Compression) ڈالتا ہے تو دوسرے ہی لمحے وہ کھنچاؤ (Rarefaction) پیدا کرتا ہے اور ایک لہر پیدا کرتا ہے۔جسم کی یہ حرکت (Vibration) آواز کی مناسبت سے ایک سیکنڈ میں ہزاروں مرتبہ بھی ہو سکتی ہے۔جسے فریکوئنسی کہتے ہیں۔انسانی کان 32 سے 32000 فریکوئنسی کی رینج میں آواز سن سکتا ہے۔32 سے کم فریکوئنسی کی آواز کان نہیں سن سکتا اور یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے جس سے ہم سکون کی زندگی گذارتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ہماری زندگی میں شاید سکون نام کی کوئی چیز نہ ہوتی۔

32000 فریکوئنسی سے اوپر کی آواز بھی کان نہیں سن سکتا اور وہ کان میں درد کا احساس پیدا کرتی ہے اور بعض اوقات تو کان کا پردہ پھٹنے کا سبب بن جاتی ہے۔عام طور پر انسانی آواز 200 سے 4000 فریکوئنسی پر مشتمل ہوتی ہے۔ قدرت کا عجیب نظام ہے کہ اگر ایک کان بالکل خراب ہو جائے تو دوسرا کان 95% صحیح سن سکتا ہے اور بعض اوقات تو ڈاکٹر کے پاس جا کر پتہ چلتا ہے کہ اس کا ایک کان

کام نہیں کر رہا۔
فریکونسی کی پھر دو قسمیں ہیں۔
Basic Frequency -1
Harmonics Frequency -2
ان دونوں خصوصیات کی وجہ سے کان ایک آواز کو دوسری آواز سے ممتاز کرتا ہے اور دروازے کے باہر کہے ہوئے السلام علیکم سے ہم فوراً آدمی کو شناخت کر لیتے ہیں۔ سائنسدان ابھی تک اس راز کی تہہ تک نہیں پہنچے کہ یہ سب اتنی وسیع شکل میں کیسے ہوتا ہے۔

آواز کیسے سنائی دیتی ہے

آواز کے کان تک پہنچنے کے دو راستے ہیں۔
1- ہوا کے ذریعے سے 2- سر کی ہڈیوں سے ٹکرا کر
سب سے پہلے آواز پردہ سے ٹکرا کر کان کے اندرونی حصہ میں داخل ہوتی ہے جہاں تین ہڈیاں آپس میں Chain کی شکل میں جڑی ہوتی ہیں جو کہ Amplifire کا کام کرتی ہیں اور آواز کو 18 گنا زیادہ بڑھاتی ہیں۔ اس لئے ان کو کان کا ٹرانسفارمر بھی کہہ سکتے ہیں۔ Chain کا آخری سرا کان کے اندرونی حصہ سے جڑا ہوا ہوتا ہے جو بہت سی نالیوں سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ جن کے اندر شفاف مادہ (Perilymph) بھرا ہوتا ہے۔ جس طرح پتھر تالاب میں لہریں پیدا کرتا ہے بالکل اسی طرح آواز اس مادہ میں لہریں پیدا کرتی ہے جو کہ ایک اور مادہ Endolymph تک پہنچتی ہے۔ اس مادہ کے بارے میں سائنسدان کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر سکے کہ یہ کہاں سے آتا ہے۔
اس مادہ کی حرکت سے ایک حساس جھلی Basilar membrane حرکت میں آتی ہے جس میں بال نما Hair Cells لگے ہوتے ہیں جو آواز کو بجلی کی طرح ایک رو Nerve Impulse میں تبدیل کر کے دماغ تک پہنچاتے ہیں۔ حیرت اس بات پر بھی ہوتی ہے کہ اس سارے عمل کے دوران درمیانی کان کا دباؤ پردے کے باہر کے دباؤ کے برابر ہوتا ہے۔ یہ سارا کام Eustachian tube کرتی ہے جس کا کام پریشر کو کنٹرول کرنا ہے اور اگر یہ بند ہو جائے تو متاثرہ کان بہرہ ہو جاتا ہے۔ کان کا پردہ پھٹنے کی صورت میں دباؤ زیادہ ہو جاتا ہے اور متاثرہ کان بہرہ ہو جاتا ہے۔
انسان نے پانی سے بجلی بنائی اور بڑی بڑی پن چکیاں بھی لگالیں، لیکن اس کو ابھی تک یہ سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ چند ملی میٹر کی ایک جھلی ہوائی لہروں کو بجلی کی رو میں کیسے تبدیل کرتی ہے۔ سائنسدانوں کی بنائی ہوئی بجلی تو ایک ہی قسم (220 volt) کی ہوتی ہے، لیکن یہاں پر ایک لہر ایک منفرد Impulse پیدا کرتی ہے اور ایک الگ پیغام لے کر جاتی ہے۔ انسان اس حال میں خدا کی حمد کرے یا نہ کرے لیکن وہ ان لہروں کے ذریعے ہی کوئل کی کوک، دلکش نغمے اور زور و شور سے چلتی ہوئی آبشاروں کی آوازیں سنتا ہے اور اگر اس چھوٹی سی جھلی میں کوئی خرابی واقع ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت (سوائے اللہ کے) اس کی شنوائی واپس نہیں لاسکتی اور آواز دماغ تک نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
"تم بتاؤ تو سہی اگر اللہ تمہاری شنوائی اور تمہاری آنکھوں کو لے جائے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کون ہے جو تمہیں (یہ سب چیزیں) واپس دے"۔ (سورۃ الانعام:۴۷)

کان کا توازن قائم رکھنے کا نظام

یہ نظام کان کے اندرونی حصے میں واقع ہے جسے

Vestibular System کہتے ہیں۔ اس نظام میں دونوں کان مل کر کام کرتے ہیں اور ہر وقت کان ایسی لہریں دماغ کو بھیج رہا ہوتا ہے جس سے جسم کے توازن کے متعلق دماغ باخبر رہتا ہے اور اس کے مطابق ہدایت جاری کرتا ہے۔ یہ نظام چند گول نالیوں پر مشتمل ہوتا ہے جسے Semicircular canals کہتے ہیں۔ جن میں کچھ سیال مادہ بھرا ہوا ہوتا ہے اور جب سر کا ایک حصہ نیچے ہوتا ہے تو اس سے زیادہ مائع جمع ہو جاتا ہے اور وہ زیادہ لہریں دماغ کو پہنچاتا ہے اور اس طرح دماغ سر کی حرکت سے باخبر رہتا ہے اور اس کو کنٹرول کرتا ہے۔

اگر اس سارے نظام میں تھوڑا سا بھی رخنہ ہو تو آدمی کے لئے کھڑا ہونا، بیٹھنا، حرکت کرنا اور سونا عذاب بن جاتا ہے۔

غرض اس سارے نظام پر غور کرنے سے ایک عظیم خالق کا وجود ذہن میں آتا ہے، جس نے محض عدم سے اس سارے نظام کو جاری کیا۔ صوفیائے کرام اور سائنسدانوں میں یہ فرق ہے کہ صوفیاء انسانی تعلقات اور انسان کو بحیثیت مجموعی دیکھتے ہیں اور مقام حیرت سے مقام یقین تک ترقی کرتے ہیں، جبکہ سائنسدانوں کی ساری عمر مقام حیرت کے اردگرد جدوجہد کرنے میں صرف ہو جاتی ہے۔ بقول فیض احمد فیض

کئی بار اس کی خاطر ذرے ذرے کا جگر چیرا
مگر یہ چشم حیراں، جس کی حیرانی نہیں جاتی

جوں جوں کوئی سائنسدان آگے بڑھتا ہے اور ایک مقام پر پہنچتا ہے تو فوراً اس کو اور منزلیں نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں اور وہ حیرت کے ساتھ اور آگے بڑھنے کی جستجو میں کھو جاتا ہے اور وہ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ کا مصداق بن جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو علم سیکھنے اور بار بار تجربات کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بڑے زور سے یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون اور خلق میں کسی قسم کا تفاوت اور کمی نہیں پائی جاتی۔ جوں جوں سائنسدان کائنات کی تسخیر کے لئے اس کی گہرائیوں میں اترتے ہیں وہ یہی بات پکار اٹھتے ہیں اور آخر اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بقول محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب:-

"کبھی خدا کے وجود پر ایمان رکھنے والے کو کم علم کہا جاتا تھا۔ اب خدا کے وجود سے انکار کرنے والے کو کم علم کہا جا سکے گا"۔

☆☆☆

غزل

محبت کیوں بھلا ناکام ہوگی
کسی اک سے نہ ہوگی عام ہوگی
وہ کہتے ہیں پکڑ ہوگی نہ اپنی
اگر ہوگی برائے نام ہوگی
نہ کوئی اور نسخہ کام دے گا
محبت سے یہ دنیا رام ہوگی
منائیں گے کبھی جو ساتھ اُن کے
ہماری زندگی کی شام ہوگی
قمر دُنیا نے سمجھایا تو ہوگا
تمنا موجب آلام ہوگی

(ڈاکٹر حنیف احمد قمر)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں

اسد اللہ خاں غالب

(میر انجم پرویز)

غالب اور اس کی شاعری سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے کرام کے ارشادات پر مشتمل تیسری قسط ہدیہ قارئین ہے۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے مزید اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

غالب کی ذہانت کا ایک واقعہ

۲۸ جولائی ۱۹۹۸ء کی اردو کلاس میں دورانِ گفتگو غالب کا ذکر ہوا تو فرمایا:-

"اردو کا شاعر غالب ہوا کرتا تھا اور دلی کا رہنے والا تھا۔ اُس کی ذہانت کا ایک واقعہ بتاتا ہوں۔ دلی کے لوگ پالکی کو مذکر بولتے تھے 'پالکی آیا' لکھنؤ والے مونث بولتے تھے 'پالکی آئی'۔ غالب ایک دفعہ لکھنؤ گیا وہاں اس کے رقیب تھے جو اپنے آپ کو بڑا شاعر سمجھتے تھے۔ غالب سے حسد کرتے تھے۔ انہوں نے غالب کو شرمندہ کرنے کے لیے ایک چال چلی چونکہ انہیں علم تھا کہ دلی والے پالکی کو مذکر بولتے ہیں اور لکھنؤ والے مونث۔ اس سے پوچھتے ہیں کہ پالکی مذکر ہے یا مونث؟ اگر تو مذکر میں جواب دے گا لکھنؤ والے ہنسیں گے اور اگر مونث کہے گا تو دلی والے ناراض ہوں گے چنانچہ بھری مجلس میں غالب سے پوچھا گیا۔ بتاؤ پالکی مذکر ہے یا مونث؟ اس نے جواب دیا۔ اگر اندر لڑکی بیٹھی ہو تو مونث اور اگر مرد بیٹھا ہو تو مذکر۔ غالب کی حاضر جوابی اور ذہانت کا گلی گلی چرچا ہونے لگا۔ واہ، واہ! غالب کی کیا بات ہے"۔ (الفضل ۲۸ جولائی ۱۹۹۸ء)

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"حضرت مصلح موعود کو یہ شعر بہت پسند تھا۔

جان دی ، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہی مضمون ہے جو بیان کرتے تھے۔ غالب کے سارے شعروں میں سے سب سے زیادہ عزیز آپ کو یہ شعر تھا کہ

جان دی ، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بہر حال حضرت مصلح موعود عرض کیا کرتے تھے خدا کے حضور کہ ہم نے جو کچھ پیش کیا ہے یہ گھر سے تو نہیں لائے۔ سب کچھ تیری عطا تھی۔ جان دے سکتے ہیں مگر لائے کہاں سے تھے۔ وہ بھی تو تُو نے عطا کی تھی۔

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کسی صورت ہم تیری عبادت کا حق، تیری غلامی کا حق، تیری بندگی کا حق ادا نہیں کر سکتے"۔

(الفضل ۳۱/ اگست ۱۹۹۸ء)

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

حضرت مصلح موعود نے ۱۹۱۵ء میں احمدیہ ہوسٹل لاہور قائم فرمایا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ احمدی نوجوان ایک ایسے

ماحول میں پرورش پائیں جس پر احمدیت کا رنگ غالب ہو۔ اس کے قیام کے بعد آپ جب قادیان سے لاہور جاتے تو اکثر احمدیہ ہوسٹل ہی میں قیام فرماتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۰ ستمبر ۱۹۸۳ء کی مجلس عرفان میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا:-

''......جب آپ (حضرت مصلح موعود) نے احمدیہ ہوسٹل جانا چھوڑ دیا تو چونکہ (آپ کا) نیک اثر پڑنا بند ہوگیا اس لیے (لڑکوں کا) رجحان آوارگی کی طرف ہوگیا۔ جس طرح باقی کالج کے لڑکے تھے اسی طرح یہ بھی آوارہ ہونے شروع ہوگئے نہ نیک رہے نہ پڑھائی رہی۔ وہی بات ہوگئی۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

تو اللہ کو ناراض کرکے جو پڑھائی آپ ڈھونڈنے جائیں گے وہ آپ کا وصالِ صنم ہے۔ نہ وصالِ صنم ہوگا نہ اللہ رہے گا۔ نہ ادھر کے رہیں گے نہ اُدھر کے رہیں گے۔ اس لیے رسول کریمؐ کے ارشاد کو اہمیت دیں۔ اگر ہر جمعہ نہیں پڑھ سکتے تو ہر دوسرا جمعہ ضرور پڑھیں۔ تین ناغے اکٹھے نہ کریں''۔ (الفضل ۹ ستمبر ۱۹۹۸ء)

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل

لفظ ''رگ'' کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ خون جو رگوں میں دوڑتا پھرتا ہے ہم تو اس کے قائل نہیں ہیں۔ وہ تو چھپا ہوا ہے۔ آنکھ سے ٹپکے تب مانیں گے کہ یہاں خون ہے۔ بہت اچھا شعر ہے''۔

(الفضل ۲۴/ اپریل ۲۰۰۹ء)

رو میں ہے رخشِ عمر تھمے دیکھیے کہاں

لفظ ''رو'' کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

رو میں ہے رخشِ عمر تھمے دیکھیے کہاں
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

غالب کہتا ہے میری زندگی جو ہے اس کی رفتار میرے قبضے میں نہیں رہی۔ زندگی تیزی سے بدلتی جارہی ہے۔ میں ایک ایسا سوار ہوں جس کے ہاتھ میں نہ گھوڑے کی باگ ہے نہ پاؤں رکاب میں ہیں۔ کسی وقت بھی گھوڑا اس کو پھینک دے گا اور وہ مرجائے گا۔ رخ معین نہیں کرتا۔ 'اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے' والا مضمون ہے۔

رو میں ہے رخشِ عمر تھمے دیکھیے کہاں

جہاں کھڑا ہوا وہاں ہی زندگی ختم ہوگئی۔ رخ کا ہمیں پتہ کوئی نہیں ہے۔ خود نہیں ڈھال سکتے۔ جدھر رخ ہوا ہے چل پڑی ہے۔ پاؤں بھی رکاب کے اندر نہیں ہیں۔ باگیں چھوٹ گئی ہیں۔ اکثر پھر ایسے سوار گرتے ہی ہیں۔ میں بھی چھوٹے ہوتے سواری کیا کرتا تھا لیکن اللہ کے فضل سے مجھے کافی مہارت تھی۔ کئی دفعہ رکاب پاؤں سے نکل گئی اور لگام بھی ہاتھ سے گئی مگر قائم رہا۔ لیکن اکثر جب نکل جائے تو سنبھلنا بڑا مشکل ہوتا ہے''۔

(الفضل ۲۴/ اپریل ۲۰۰۹ء)

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

چوہدری انور حسین صاحب کی وفات پر ان کا ذکر خیر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:-

''آخری فقرہ میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ۔

ابوسفیان کا انتقام

فاتح قوم کے مفتوح قوم کے ساتھ سلوک کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید یوں نقش کھینچتا ہے:۔

''جب بادشاہ کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے باشندوں میں سے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں''۔

فتح مکہ کے دن آنحضرت ﷺ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے اور ابوسفیان اس وقت مکہ کا معزز ترین شخص تھا۔ اب اگر آنحضرت ﷺ چاہتے تو فاتح بادشاہوں کے طریق کار کے مطابق ابوسفیان کا نام ونشان مٹا دیتے اور خاص طور پر جنگ احد وغیرہ میں ابوسفیان کے لگائے ہوئے نعروں اور مظالم کا حساب لیتے مگر آنحضرت ﷺ نے اپنے مرتبے اور مقام کے مطابق عفو و درگزر اور احسان کرتے ہوئے ابوسفیان کو یہ اعزاز بخشا کہ اس کے گھر کو امن کی جگہ قرار دے دیا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے بھی امان دی جائے گی۔ (سیرۃ ابن ہشام ذکر فتح مکہ)

عفو عام

منذر بن جہم سے روایت ہے کہ انہیں حویطب بن عبدالعزیز نے بتایا کہ جب آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ مجھے بہت شدید خوف محسوس ہوا اور میں اپنے گھر سے نکل گیا اور میں نے اپنے خاندان کے لوگوں کو جدا جدا کر کے مختلف جگہوں میں ٹھہرا دیا تا کہ ان میں وہ امن سے رہ سکیں۔ پھر میں خود عوف کے باغ میں جا کر چھپ گیا۔ میں وہاں ٹھہرا ہوا تھا کہ ابوذر غفاریؓ سے میرا آمنا سامنا ہو گیا۔ میرے اور ان کے درمیان دوستی تھی اور دوستی تو ہمیشہ فائدہ ہی دیتی ہے۔ جب میں نے ان کو دیکھا تو میں ان سے بھی ڈر کے بھاگا۔ انہوں نے مجھے آواز دی۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں بتاؤ۔ انہوں نے کہا تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیوں مجھے دیکھ کر ایسے بھاگ کھڑے ہوئے ہو۔ میں نے جواب دیا مجھے خوف ہے۔ انہوں نے کہا تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں میرے ساتھ آؤ۔ تم تو اللہ کی امان کے ساتھ امن میں ہو۔ حویطب کہتے ہیں کہ ان کی یہ بات سن کر میں ان کے پاس لوٹ آیا اور ان کو سلام کیا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ اپنے گھر واپس لوٹ جاؤ۔ حویطب کہتے ہیں۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ کیا میرے لئے امن سے اپنے گھر پہنچنے کی کوئی صورت ہے؟ خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ میں اپنے گھر زندہ پہنچ جاؤں گا۔ میرا تو خیال ہے کہ جونہی میں اپنے گھر کی طرف جاؤں گا تو راستہ ہی میں پکڑا جاؤں گا اور قتل کر دیا جاؤں گا اور اگر میں اپنے گھر پہنچ بھی گیا تو وہاں بھی مجھے پکڑ لیا جائے گا اور قتل کر دیا جائے گا۔ میں اپنے گھر میں اکیلا ہوں گا کیونکہ میرے گھر والے مختلف جگہوں پر مقیم ہیں۔ اس پر حضرت ابوذر غفاریؓ نے کہا کہ اپنے خاندان کے لوگوں کو اپنے ساتھ ایک جگہ اپنے مکان میں اکٹھا کر لو میں تمہارے ساتھ تمہارے گھر چلتا ہوں۔ پس وہ میرے ساتھ ہو لئے اور میرے متعلق راستہ میں یہ منادی کرتے جاتے تھے کہ قسم ہے حویطب امان میں ہے اس لئے اس پر حملہ نہ کیا جائے۔ پھر ابوذرؓ مجھے گھر پہنچا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے۔ حضور نے فرمایا کہ کیا یہ بات نہیں کہ ہم نے تمام لوگوں کی جان بخشی کر دی ہے اور ان کو امن دے دیا ہے۔ سوائے ان چند شریر لوگوں کے جن کے قتل کئے جانے کا میں نے حکم دیا ہے۔ حویطب کہتے ہیں کہ جب مجھے حضور کا یہ فرمان ملا تو مجھے اطمینان ہو گیا اور میں نے اپنے بچوں کو ان کی جگہوں پر پہنچا دیا۔

(تہذیب الکمال للمزی جلد ۷ صفحہ ۲۶۷)

☆ ☆ ☆

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا"

(الفضل ۷ جولائی ۱۹۹۹ء)

دراز دستیٔ قاتل کے امتحاں کے لیے

محاورہ "ہاتھ لمبے ہونا" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اس کے متعلق ایک شعر بھی ہے۔

فلک نہ دور رکھ اس سے کہ صرف میں ہی نہیں
دراز دستیٔ قاتل کے امتحاں کے لیے

رسول اللہ ﷺ نے فلک اور زمانہ کو گالی دینے سے منع فرمایا ہے۔ شعراء عموماً خدا کے معنی میں فلک یا زمانے کو استعمال کرتے ہیں۔ عربوں میں بھی رواج تھا۔ اسی لیے حضور ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ بات خدا تک پہنچتی ہے۔ مگر پھر بھی ہمارے ہاں شعروں میں ایسے محاورے ملتے ہیں۔

فلک نہ دور رکھ اس سے کہ صرف میں ہی نہیں
دراز دستیٔ قاتل کے امتحاں کے لیے

شاعری میں دوست کو قاتل کہا جاتا ہے۔ لمبے ہاتھوں میں دو پہلو بیان کیے گئے ہیں۔ نمبر ۱۔ میرے دوست کے لمبے ہاتھوں کے مارنے کے لیے میں ہی رہ گیا ہوں۔ نمبر ۲۔ لمبے ہاتھوں میں دوری کا پہلو بھی ہے کہ وہ دور بیٹھا ہوا مار رہا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

یہ وجہ ہے کہ مجھے غالب بہت پسند ہے۔ اس کے تھوڑے لفظوں میں زیادہ معانی آجاتے ہیں"۔

(الفضل ۱۳/ مارچ ۲۰۰۰ء)

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا

"بارِ خدایا" کے معنی کرتے ہوئے فرمایا:۔

"غالب" کا شعر ہے۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

مراد یہ ہے کہ اے میرے اللہ! یہ زبان پہ کس کا نام آیا ہے کہ جو آواز نکل رہی تھی۔ اس نے نکلتے نکلتے زبان کے بوسے لیے کہ تم کتنا پیارا نام لے رہی ہو۔

بہت اچھا شعر ہے غالب کا"۔

(الفضل ۲۸ جولائی ۱۹۹۹ء)

تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

"غالب کا ایک شعر ہے جو بڑے ہی غصے والا ہے۔ توبہ توبہ اتنا اس میں غصہ ہے۔ چونکہ مضمون ایسا ہے اس لیے غصہ ہونا چاہیے۔ وہ کہتا ہے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اولئیم!
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

یعنی اگر مجھے طاقت ہو تو میں مٹی سے پوچھوں او بدکار رذیل! جو اتنے قیمتی خزانے دفن تھے تُو نے ان کا کیا کردیا۔ سارے مٹی ہوگئے۔ مضمون میں تیزی اور غصہ ہے مگر ہونا بھی یہی چاہیے۔ تو نے بڑے بڑے لوگوں کو مٹی کردیا۔

غالب کے شعروں کا کمال یہ ہے کہ اس میں جہاں غصے کا اظہار ہونا چاہیے وہاں حیرت انگیز کرتا ہے۔

تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

اسی مضمون کا غالب کا اور شعر ہے۔ ایک طرف تو کہتا ہے کہ ضائع ہوگئے۔ دوسری طرف امید بھی ہے کہ یہ لوگ ضائع نہیں ہوئے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

مٹی میں کتنے کتنے اچھے اور پیارے لوگ دفن ہو گئے۔ سب تو نہیں مگر کچھ نہ کچھ تو پھولوں کی صورت میں باہر نکل آئے۔ ان کی خوشبو بھی پھیل رہی ہے۔ ان کا رنگ بھی پھیل رہا ہے۔

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی پنہاں ہو گئیں

یہ شاعر کی خوبی ہے کہ وہ اپنے تصور کو جہاں چاہے دوڑائے۔ ایک ہی مضمون کو الٹ پلٹ کر بیان کرتا ہے اور اس پہلو سے غالب مجھے پسند ہے کیونکہ وہ واقعی بہت گہرا شاعر ہے''۔ (الفضل ۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

قفس میں مجھ سے رُودادِ چمن کہتے نہ ڈر ہمدم

لفظ ''روداد'' کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

قفس میں مجھ سے رُودادِ چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہو جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

اے میرے دوست! چمن پہ کیا گزری، اس کا بیان کرتے ہوئے خوف نہ کرو، شاید اس خیال سے کہ مجھے صدمہ پہنچے گا۔

گری ہو جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

کوئی اور آشیاں جلا ہوگا۔ میرا تو بہت پہلے سے جلا ہوا ہے۔ میرے آشیاں پر تو بہت پہلے سے بجلی گری ہوئی ہے۔ تم جو تازہ خبر لے کر آئے ہو اور ڈر رہے ہو کہ اس کو صدمہ نہ ہو کہ بجلی گرنے سے میرا گھونسلہ جل گیا ہے۔ میرا گھونسلہ تو مدت سے جل چکا ہے۔ میں بغیر گھونسلے کے ہوں۔ مجھے اب چمن کا کوئی حال غمناک نہیں کر سکتا''۔ (الفضل ۶ نومبر ۲۰۰۰ء)

لیکن آنکھیں روزنِ دیوارِ زنداں ہو گئیں

لفظ ''روزن'' کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

''روشن دان کا دوسرا نام ''روزن'' ہے۔ غالب کہتا ہے۔

قید میں یعقوب نے گو لی نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھیں روزنِ دیوارِ زنداں ہو گئیں

(الفضل ۲۴ مئی ۱۹۹۹ء)

بہرہ ہوں میں تو چاہیے دُونا ہو التفات

۱۸ جولائی ۱۹۹۷ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:-

''اگر انتظامی طور پر کچھ مشکلات پیش آتی ہیں تو اخلاقِ فاضلہ کو بڑھ جانا چاہیے۔ نہ کم ہونا چاہیے۔ غالب کہتا ہے:-

بہرہ ہوں میں تو چاہیے دُونا ہو التفات
سنتا نہیں ہوں بات مکرّر کہے بغیر

کہ میں بہرہ ہوں لیکن اے بولنے والے! دو دفعہ کہہ دیا کرو۔ اونچی کرو۔

سنتا نہیں ہوں بات مکرّر کہے بغیر

میں دوبارہ بات کہے بغیر سن نہیں سکتا۔ تو قاعدہ سے ہٹی ہوئی بات ہے کہ ایک عام انسان ایک عام آواز میں کسی سے مخاطب ہو اور وہ نہ سنے، لیکن اس کا دوبارہ کہنا اور زور سے کہنا یہ قاعدہ سے ہٹی ہوئی بات نہیں۔ یہ دستور کے مطابق بات ہے۔ پس اگر کسی موقعہ پر کسی دوسری طرف سے بدانتظامی ہو تو اعلیٰ اخلاق سے آپ اس بدانتظامی کا قلع قمع کر سکتے ہیں یا اس کو زائل کر کے ایک نظام، جماعت کے مطابق ڈھال سکتے ہیں''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ جولائی ۱۹۹۷ء۔ الفضل ۶/ اکتوبر ۱۹۹۷ء)

مومن اور غالب

۱۶ جولائی ۱۹۹۹ء کی اُردو کلاس میں فرمایا:-

''آپ سے وعدہ کیا تھا کہ حکیم مومن خان کا کلام سنائیں گے۔ اس کلام کے سنانے کی وجہ یہ تھی کہ ان کا

ایک شعر تھا جو بہت ہی معرفت والا اور روحانی شعر ہے، لیکن لوگوں نے دُنیا کے دوست پر اس کا اطلاق کیا ہوا ہے۔ وہ شعر سن کر غالب نے کہا تھا کہ کاش مومن خاں میرا سارا دیوان لے لے اور صرف یہ شعر مجھے دے دے۔ وہ شعر ہر آدمی کے مزاج کے مطابق لگتا ہے۔ بعض لوگوں کے پاس تنہائی ہو تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور بعض لوگ جو دنیا میں ملوث ہوں وہ اپنے محبوب کو یاد کرتے ہیں، مگر تنہائی میں اصل یاد ہے جو ستاتی ہے۔ ان کے جس شعر کی وجہ سے مَیں نے ان کو چنا وہ یہ تھا کہ

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

جب کوئی نہ ہو اس وقت میری حالت دیکھا کرو۔ تم ہوتے تو نہیں، مگر یاد ہوتی ہے۔ گویا تم میرے دل میں سما جاتے ہو"۔ (الفضل ۸ ستمبر ۱۹۹۹ء)

کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

سر پر آرے چلنا۔ اس محاورے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:-

"بعض انبیاء کے متعلق آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی اس کو بیان فرمایا ہے۔ 'سر پر آرے چلنا'۔ کچھ ظالم تھے کہ بعض نبیوں پر انہوں نے ایسے ظلم کیے، ایسی دشمنی کی کہ ان کے سروں پر آرے چلا دیے۔ یہ مشہور ہے اور جہاں تک نبیوں کی تاریخ ہے۔ ہمیں علم نہیں ہے، مگر ایک حدیث میں یہ محاورہ ضرور استعمال ہوا ہے کہ تم لوگ اتنی سی تکلیفوں پر بول اُٹھے اس سے پہلے نبی گذرے ہیں جن کے سروں پر آرے چلا دیے گئے.........."

ظلم کی حد ہو تو 'سر پر آرے چلانا' عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جب لوگ کسی کے خلاف باتیں کریں، ناجائز الزام لگائیں تو کہتے ہیں میرے سر پر آرے چل رہے ہیں۔ اتنی تکلیف ہے جیسے سر پر آرا پھیر دو، تو آرے چلنے کا مطلب ہے حد سے زیادہ تکلیف یا حد سے زیادہ ظلم کرنا۔ کس کو شعر یاد ہے آرے چلنے کا؟

کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو

غالب کہتا ہے کہ وہ کون سا دن تھا کہ دشمن ہم پر الزام نہیں لگاتا رہا۔ ہمارا دشمن جھوٹے الزام لگاتا رہتا ہے۔ خاص طور پر نبیوں پہ بہت جھوٹے الزام لگتے ہیں۔ اللہ کی نیک جماعتوں پر بہت جھوٹے الزام لگتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں۔

کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

کون سا دن تھا۔ جب ہمارے سر پر آرے نہیں چلے۔ تہمتیں تراشنا اور آرے چلنا یہ شعر کی خوبی ہے۔ آرا چلتا ہے تو کسی چیز کو تراش دیتا ہے۔ تراشنا: کاٹ کر الگ الگ کر دینا، دو ٹکڑے کر دینا اور تہمتیں تراشنا بھی ایسا محاورہ استعمال کیا ہے غالب نے، جو آرے چلنا سے ملتا جلتا ہے۔

کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو

دشمن نے کون سا دن چھوڑا ہے۔ ہر روز کوئی نئی تہمت، ہر روز کوئی نیا الزام۔

کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

پوچھتے ہیں کس دن نہیں چلے۔ مطلب ہے چلتے تھے۔ ہر روز چلا کرتے تھے۔ یہ محاورہ ہے، طرزِ بیان ہے"۔

(اردو کلاس ۳۰ جولائی ۱۹۹۸ء۔ الفضل ۱۸ اگست ۱۹۹۸ء)

شہدائے احمدیت کے ذکر میں حضور انور نے اپنی حرم حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کے بارہ میں فرمایا:-

"مجھے تو جب بھی وہ یاد آتی ہیں نہ جانے کیوں ذہن پر یہ شعر قبضہ کر لیتا ہے۔

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دُور
رکھ لی مرے خدا نے مری بے کسی کی شرم

وہ شرم میں رکھنے والا جانتا ہے۔ جہاں تک مجھے یقین ہے وہ اللہ کے نزدیک شہید ہونے والوں میں شامل تھیں۔ میرے شہید کہنے یا نہ کہنے سے بھی اُن کا مقام میرے اللہ کے حضور وہی رہے گا جو مقدر ہو چکا ہے۔ اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے"۔ (الفضل ۱۹/ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

"کل درس میں مَیں نے جماعت کو نصیحت کی تھی کہ خدا کے واسطے میرے ہومیو پیتھ نہ بنیں یا میرے طبیب نہ بنیں۔ ہمیشہ اس کا الٹ اثر پڑتا ہے بعض طبیعتوں پر۔ آج جب میں گیا ہوں تو وہاں فیکس پڑی ہوئی تھی کہ آپ یہ علاج کریں وہ علاج کریں اور میرے درس سننے کے بعد ہے یہ۔ اس سے مجھے وہ غالب کا شعر یاد آ گیا کہ۔

یا رب وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور"

(درس القرآن ۵ رمضان ۴ جنوری ۱۹۹۸ء)

اس کے علاوہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی تقریر و تحریر میں کئی مقامات پر غالب اور اس کے اشعار کا ذکر فرمایا ہے۔ جن میں سے بعض اشعار ہدیہ قارئین ہیں:-

ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغِ ستم نکلے

(مذہب کے نام پر خون صفحہ ۳)

تھی خبر گرم کہ غالبؔ کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

(ایضاً صفحہ ۶۸)

ہر چند سبک دست ہوئے بت شکنی سے
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگِ گراں اور

(ایضاً صفحہ ۱۲۷)

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو مَیں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو مَیں!

(ایضاً صفحہ ۱۳۳)

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

(ایضاً صفحہ ۱۳۶)

رندانِ درِ میکدہ گستاخ ہیں زاہد
زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبوں کے

(ایضاً صفحہ ۱۵۶)

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق
ہے مکرّر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد

(ایضاً صفحہ ۱۸)

ہے دلِ شوریدۂ غالبؔ طلسمِ پیچ و تاب

(ایضاً صفحہ ۱۳۵)

چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

(خلیج کا بحران صفحہ ۱۰)

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

(ایضاً صفحہ ۳۰)

☆☆☆☆☆

سناتن دھرم

(مکرم عبدالحق بدر صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تصنیف روحانی خزائن جلد نمبر ۱۹ کی آخری کتاب ہے اور ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا انگریزی ایڈیشن بھی شائع کیا گیا تھا۔

وجہ تصنیف

کیم مارچ ۱۹۰۳ء کو پنڈت رام بھجدت صاحب پریذیڈنٹ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب لاہور کے پاس حضور کی تصنیف ''نسیم دعوت'' پہنچی تو انہوں نے نیوگ کا مسئلہ پڑھ کر اپنی تقریر میں حضرت اقدس کا ذکر کر کے کہا:۔

''اگر وہ مجھ سے اس بارے میں گفتگو کرتے تو جو کچھ نیوگ کرانے کے فائدے ہیں میں سب اُن کے پاس بیان کرتا''

حضرت مسیح موعودؑ نے نیوگ کے بارے میں ایک ذمہ دار آریہ سماجی لیڈر کی یہ رائے سن کر ۸ مارچ ۱۹۰۳ء کو یہ کتاب ''سناتن دھرم'' شائع فرمائی۔

مضمون کتاب

حضورؑ نے تبدیلی مذہب کے لیے جن تین باتوں کا ''نسیم دعوت'' میں ذکر کیا ہے اُن کا اختصار کے ساتھ اس کتاب میں بھی ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں مسئلہ نیوگ کے خلاف غیرت اور خلاف فطرت انسانی ہونے اور اس کی قباحتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ نیز سناتن دھرمیوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:۔

''سناتن دھرم والے صرف گذشتہ اوتاروں سے محبت نہیں رکھتے بلکہ اس کلجگ کے زمانے میں وہ ایک آخری اوتار کے بھی منتظر ہیں جو زمین کو گناہ سے پاک کردے گا پس کیا تعجب ہے کہ کسی وقت خدا کے نشانوں کو دیکھ کر سعادت مند ان کے، خدا کے اس آسمانی فیصلہ کو قبول کرلیں کیونکہ اُن میں ضد اور ہٹ دھرمی بہت ہی کم ہے''۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم کا فہم پانے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہی سچ بات ہے کہ خدا کا کلام سمجھنے کے لیے اوّل دل کو ہر ایک نفسانی جوش سے پاک بنانا چاہیے۔ تب خدا کی طرف سے دل پر روشنی اترے گی۔ بغیر اندرونی روشنی کے اصل حقیقت نظر نہیں آتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے لایمسہ الا المطھرون یعنی یہ پاک کا کلام ہے جب تک کوئی پاک نہ ہو جائے وہ اس کے بغیر ان کو نہیں پہنچے گا''۔ (روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۴۷۶، ۴۷۷ ۔سناتن دھرم)

مشکل الفاظ کے معنی

الفاظ	معنی
مجردانہ زندگی	بغیر شادی کے زندگی
ستی ہونا	ہندوؤں میں بیوی کا مرے ہوئے خاوند کے ساتھ جل مرنا
ہضم کرنا	ہتھیا لینا
کانشنس	انسانی ضمیر۔ نور دل
پوتر	پاک۔ مقدس
اوتار	ہندی لفظ بمعنی نبی یا پیغمبر

شوخیٔ تحریر

چارپائی اور کلچر

(مرسلہ: مکرم فاتح احمد ناصر صاحب۔ احمد نگر)

عربی میں اُمنت کے اتنے نام ہیں کہ دُور اندیش مولوی اپنے ہونہار شاگردوں کو پاس ہونے کا یہ گر بتاتے ہیں کہ اگر کسی مشکل یا کثیر المعنی لفظ کے معنی معلوم نہ ہوں تو سمجھ لو کہ اس سے اونٹ مراد ہے۔ اسی طرح اُردو میں چارپائی کی جتنی قسمیں ہیں اس کی مثال اور کسی ترقی یافتہ زبان میں شاید ہی مل سکے۔

کھاٹ، کھٹا، کھٹیا، اُڑن کھٹولہ، کھٹ، چھپر کٹ، کھرا، کھری، جھلگا، پلنگ، پلنگڑی، ماچ، ماچی، ماچا، چارپائی، نواری، مسہری، منجی۔

یہ نامکمل سی فہرست صرف اُردو کی وسعت ہی نہیں بلکہ چارپائی کی ہمہ گیری پر دال ہے اور ہمارے تمدن میں اس کا مقام و مرتبہ متعین کرتی ہے۔

لیکن چارپائی کی سب سے خطرناک قسم وہ ہے جس کے بیچ کھچے اور ٹوٹے اُدھڑے بانوں میں اللہ کے برگزیدہ بندے محض اپنی قوت ایمان کے زور سے اٹکے رہتے ہیں۔

اس قسم کے جھلنگے کو بچے بطور جھولا اور بڑے بوڑھے آلہ تزکیہ نفس کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ اونچے گھرانوں میں اب ایسی چارپائیوں کو غریب رشتہ داروں کی طرح کونوں کھدروں میں آڑے وقت کے لیے چھپا کر رکھا جاتا ہے۔

خود مجھے مرزا عبدالودود بیگ کے ہاں ایک رات ایسی ہی چارپائی پر گزارنے کا اتفاق ہوا جس پر لیٹتے ہی اچھا بھلا آدمی نون غنہ (ں) بن جاتا ہے۔

اس میں داخل ہو کر میں ابھی اپنے اعمال کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ یکا یک اندھیرا ہو گیا، جس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ ایک دوسرا ملازم اوپر ایک دری اور بچھا گیا، اس خوف سے کہ دوسری منزل پر کوئی اور سواری نہ آ جائے۔ میں نے سر سے دری پھینک کر اٹھنے کی کوشش کی تو گھٹنے بڑھ کے پیشانی کی بلائیں لینے لگے۔ کھڑ بڑ سن کر مرزا خود آئے اور چیخ کر پوچھنے لگے کہ بھائی آپ ہیں کہاں؟ میں نے مختصراً اپنے محل وقوع سے آگاہ کیا تو انہوں نے ہاتھ پکڑ کر مجھے کھینچا۔ انہیں کافی زور لگانا پڑا اس لیے کہ میرا سر اور پاؤں بانوں میں بری طرح اُلجھے ہوئے تھے اور بان سر سے زیادہ مضبوط ثابت ہوئے۔ بمشکل تمام انہوں نے مجھے کھڑا کیا۔

اور میرے ساتھ ہی، بلکہ مجھ سے کچھ پہلے، چارپائی بھی کھڑی ہوگئی!

کہنے لگے۔ ''کیا بات ہے؟ آپ کچھ بے قرار سے ہیں۔ معدے کا فعل درست معلوم نہیں ہوتا''۔

میرے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ دوڑ کر اپنا تیار کردہ چورن لے آئے اور اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں ڈالا۔ پھنکی منہ میں بھر کر شکریہ کے دو چار لفظ ہی کہنے پایا ہوں گا کہ معاً نظر ان کے مظلوم منہ پر پڑ گئی جو حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ میں بہت نادم ہوا لیکن قبل اس کے کہ کچھ اور کہوں انہوں نے اپنا ہاتھ میرے منہ پر رکھ دیا۔ پھر مجھے آرام کرنے کی تلقین کر کے منہ دھونے چلے گئے۔

میں یہ چارپائی اوڑھے لیٹا تھا کہ ان کی منجھلی بچی آنکلی۔ تتلا کر پوچھنے لگی:۔

''چچاجان! اکڑوں کیوں بیٹھے ہیں؟''

بعد ازاں سب بچے مل کر اندھا بھینسا کھیلنے لگے۔ بالآخر ان کی امی کو مداخلت کرنا پڑی۔

''کم بختو! اب تو چپ ہو جاؤ! کیا گھر کو بھی اسکول سمجھ رکھا ہے؟'' چند منٹ کے بعد کسی شیر خوار کے دھاڑنے کی آواز آئی مگر جلد ہی یہ چیخیں مرزا کی لوریوں میں دب گئیں جن میں وہ ڈانٹ ڈانٹ کر نیند کو آنے کی دعوت دے رہے تھے۔ چند لمحوں بعد مرزا اپنے نقش فریادی کو سینہ سے چمٹائے میرے پاس آئے اور انتہائی لجاجت آمیز لہجے میں بولے:

''معاف کیجیے! آپ کو تکلیف تو ہوگی، مگر منومیاں آپ کی چارپائی کے لیے ضد کر رہے ہیں۔ انہیں دوسری چارپائی پر نیند نہیں آتی۔ آپ میری چارپائی پر سو جائیے۔ میں اپنی فولڈنگ چارپائی پر پڑ رہوں گا''۔

میں نے بخوشی منومیاں کا حق منومیاں کو سونپ دیا اور جب اس میں جھولتے جھولتے ان کی آنکھ لگ گئی تو ان کے والد بزرگوار کی زبان تالو سے لگی۔

اب سنیے مجھ پر کیا گزری۔ مرزا خود تو فولڈنگ چارپائی پر چلے گئے مگر جس چارپائی پر مجھ کو بطور خاص منتقل کیا گیا، اس کا نقشہ یہ تھا کہ مجھے اپنے ہاتھ اور ٹانگیں احتیاط سے تہ کر کے بالترتیب سینہ اور پیٹ پر رکھنی پڑیں۔ اس شب تنہائی میں کچھ دیر پہلے نیند سے یوں دو چشمی ھ بنا، یونانی میزبان پروکرسٹس کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس کے پاس دو چارپائیاں تھیں۔ ایک لمبی اور دوسری چھوٹی۔ ٹھگنے مہمان کو وہ لمبی چارپائی پر سلاتا اور کھینچ تان کر اس کا جسم چارپائی کے برابر کر دیتا۔ اس کے برعکس لمبے آدمی کو وہ چھوٹی چارپائی دیتا اور جسم کے زائد حصوں کو کاٹ چھانٹ کر ابدی نیند سلا دیتا۔

اس کے حدود اربعہ کے متعلق اتنا عرض کر دینا کافی ہوگا کہ انگڑائی لینے کے لئے مجھے تین چار مرتبہ نیچے کودنا پڑا۔ کودنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ اس کی اونچائی ''درمیانہ'' تھی۔ یہاں درمیانہ سے ہماری مراد وہ پست بلندی یا موزوں سطح مرتفع ہے، جس کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ:

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے

گو کہ ظاہر بین نگاہ کو یہ متوازی الاضلاع نظر آتی تھی مگر مرزا نے مجھے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ بارش سے پیشتر یہ مستطیل تھی۔ البتہ بارش میں بھیگنے کے سبب جو کان آ گئی تھی، اس سے مجھے کوئی جسمانی تکلیف نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ مرزا نے ازراہ تکلف ایک پائے کے نیچے ڈکشنری اور دوسرے کے نیچے میرا نیا جوتا رکھ کر سطح درست کر دی تھی۔ میرا خیال ہے کہ تہذیب کے جس نازک دور میں غیور مرد چارپائی پر دم توڑنے کی بجائے میدان جنگ میں دشمن کے ہاتھوں بے گور و کفن مرنا پسند کرتے تھے، اسی قسم کی مردم آزار چارپائیوں کا رواج ہوگا، لیکن اب جب کہ دشمن سیانے اور چارپائیاں زیادہ آرام دہ ہو گئی ہیں، مرنے کے اور بھی معقول اور باعزت طریقے دریافت ہو گئے ہیں......

جس زمانے میں وزن کرنے کی مشین ایجاد نہیں ہوئی تھی تو......مرد چارپائی کے بان کے دباؤ سے دوسروں کے وزن کا تخمینہ کرتے تھے۔ اس زمانے میں چارپائی صرف میزان جسم ہی نہیں بلکہ معیار اعمال بھی تھی۔ نتیجہ یہ کہ جنازے کو کندھا دینے والے چارپائی کے وزن کی بنا پر مرحوم کے

جنتی یا اس کے برعکس ہونے کا اعلان کرتے تھے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ ہمارے ہاں دبلے آدمی کی دنیا اور موٹے کی عقبےٰ عام طور پر خراب ہوتی ہے۔

برصغیر میں چند علاقے ایسے بھی ہیں جہاں اگر چارپائی کو آسمان کی طرف پائینتی کرکے کھڑا کر دیا جائے تو ہمسائے تعزیت کو آنے لگتے ہیں۔ سوگ کی یہ علامت بہت پرانی ہے۔......

تری گلی میں سدا اے کشندۂ عالم
ہزاروں آتی ہوئی چارپائیاں دیکھیں

قدرت نے اپنی رحمت سے صفائی کا کچھ ایسا انتظام رکھا ہے کہ ہر ایک چارپائی کو سال میں کم از کم دو مرتبہ کھولتے پانی سے دھارنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جو نفاست پسند حضرات جان لینے کا یہ طریقہ جائز نہیں سمجھتے وہ چارپائی کو الٹا کرکے چلچلاتی دھوپ میں ڈال دیتے ہیں۔ پھر دن بھر گھر والے کھٹمل اور محلے والے عبرت پکڑتے ہیں۔ اہل نظر چارپائی کی چولوں میں رہنے والی مخلوق کی جسامت اور رنگت پر ہی سونے والوں کی صحت اور حسب نسب کا قیاس کرتے ہیں (واضح رہے کہ یورپ میں گھوڑوں اور کتوں کے سوا کوئی کسی کا حسب نسب نہیں پوچھتا) الٹی چارپائی کو قرنطینہ (Quarantine) کی علامت جان کر راہ گیر راستہ بدل دیں تو تعجب نہیں۔ حد یہ ہے کہ فقیر بھی ایسے گھروں کے سامنے صدا لگانا بند کر دیتے ہیں۔ چارپائی سے جو پُراسرار آوازیں نکلتی ہیں، ان کا مرکز دریافت کرنا اتنا ہی دشوار ہے جتنا کہ برسات کی اندھیری رات میں یہ کھوج لگانا کہ مینڈک کے ٹرانے کی آواز کدھر سے آئی۔

(''چراغ تلے'' مصنف مشتاق احمد یوسفی)

سالانہ پرچہ خدام الاحمدیہ میں +A حاصل کرنیوالے خدام

۱۔ اطہر ندیم احمد .... گلشن معمار سید، کراچی
۲۔ ساجد لطیف .... ارتھ، کراچی
۳۔ احسن محمود .... ارتھ، کراچی
۴۔ مشہود احمد کھوکھر .... انور، کراچی
۵۔ عامر احمد .... ماڈل کالونی، کراچی
۶۔ کاشف ممتاز .... انور، کراچی
۷۔ حسن احمد ناز .... کنری، میرپور خاص
۸۔ صلاح الدین بٹ .... خیرپور شہر
۹۔ راشد بشیر بھٹی .... بیت الناصر، اوکاڑہ
۱۰۔ داؤد احمد .... بیت الناصر، اوکاڑہ
۱۱۔ عطاء العزیز ابڑو .... کوڑل، لاڑکانہ
۱۲۔ شمشاد احمد .... تخت ہزارہ، سرگودھا
۱۳۔ تنویر احمد محسن .... کبیروالہ، خانیوال
۱۴۔ ندیم احمد یٰسین .... علوم غربی عقیل، ربوہ
۱۵۔ غالب علی حمید .... صدر غربی، ربوہ
۱۶۔ اسماعیل احمد .... صدر شمالی الف، ربوہ
۱۷۔ ضیاء زید ہاشمی .... صدر غربی لطیف، ربوہ
۱۸۔ آصف اقبال .... یمن وسطی سلام، ربوہ
۱۹۔ ماجد محمود .... فضل شرقی، ربوہ
۲۰۔ قاسم عمر .... رحمت وسطی، ربوہ
۲۱۔ قیصر فیاض .... پاکستان چپ بورڈ، جہلم
۲۲۔ خالد ندیم تبسم .... رحیم یار خان
۲۳۔ کاشف حفیظ احمد خان .... جوہر ٹاؤن، لاہور
۲۴۔ عمران احمد حفیظ .... باغبانپورہ، لاہور
۲۵۔ طاہر نصیر .... گلشن پارک، لاہور
۲۶۔ کاشف بشیر .... دارالحمد، فیصل آباد

مہتمم تعلیم
مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

نتائج سالانہ مقابلہ جات 2001-02

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے درج ذیل مقابلہ جات کے نتائج کا اعلان کیا جارہا ہے۔ یہ مقابلہ مجالس، اضلاع اور علاقہ جات کی سالانہ مجموعی کارکردگی کا ہوتا ہے۔ سالانہ مقابلہ بین المجالس میں اوّل آنے والی مجلس کو خلافت جوبلی علم انعامی دیا جاتا ہے۔ اور اس کو مقابلہ بین المجالس خلافت جوبلی علم انعامی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز سب کے لئے مبارک فرمائے۔

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

سالانہ مقابلہ بین المجالس

اوّل: راجگڑھ لاہور

دوم: ماڈل ٹاؤن لاہور

سوم: ربوہ

چہارم: فیصل ٹاؤن لاہور

پنجم: سمن آباد لاہور

ششم: فیکٹری ایریا حیدرآباد

ہفتم: نارتھ کراچی

ہشتم: وحدت کالونی لاہور

نہم: ڈرگ روڈ کراچی

دہم: دارالذکر فیصل آباد

☆☆☆☆☆

سالانہ مقابلہ بین الاضلاع

اوّل: لاہور

دوم: حیدرآباد

سوم: سیالکوٹ

چہارم: میرپور AK

پنجم: راولپنڈی

ششم: اسلام آباد

ہفتم: لودھراں

ہشتم: کراچی

نہم: مٹھی

دہم: بہاولپور

☆☆☆☆☆

سالانہ مقابلہ بین العلاقہ

اوّل: گوجرانوالہ

دوم: حیدرآباد

سوم: کراچی

چہارم: آزاد کشمیر

پنجم: راولپنڈی

ششم: فیصل آباد

☆☆☆☆☆

قراردادِ تعزیت بروفات مکرم چوہدری سلطان علی صاحب

نہایت افسوس کے ساتھ یہ اعلان کیا جارہا ہے کہ مکرم چوہدری منور علی صاحب قائد ضلع لاہور کے والد محترم مکرم چوہدری سلطان علی صاحب 73 سال کی عمر میں لاہور میں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ 1929ء کو پیدا ہوئے۔ خود احمدیت قبول کی اور ایک کامیاب زندگی گذار کر 24 دسمبر 2002ء کو وفات پا کر اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔ 25 دسمبر کو ربوہ میں نماز جنازہ ہوئی اور بعد ازاں بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ آپ کی وفات پر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے جو قرارداد تعزیت مجلس عاملہ پاکستان، قائدین علاقہ واضلاع کے اجلاس منعقدہ 5 جنوری 2003ء میں پیش کی تھی وہ شائع کی جارہی ہے۔

متن قرارداد

"مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان اور قائدین اضلاع و علاقہ مجالس پاکستان کا یہ غیر معمولی اجلاس اپنے بھائی مکرم چوہدری منور علی صاحب قائد ضلع لاہور کے والد مکرم چوہدری سلطان علی صاحب کی وفات پر گہرے غم اور دکھ کا اظہار کرتا ہے۔

مکرم چوہدری سلطان علی صاحب 1929ء میں پیدا ہوئے۔ میٹرک میں خود تحقیق کر کے احمدیت کے نور سے منور ہوئے۔ نہایت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ پر جوش داعی اللہ تھے اور بہت سی سعید روحوں کو احمدیت میں داخل کرنے کا باعث بنے۔ خلافت احمدیہ کے ساتھ والہانہ تعلق رکھتے تھے۔ مرکز میں اکثر حاضری دیتے۔ عبادت گزار تھے۔ نماز تہجد کی حتی المقدور پابندی سے ادائیگی کرتے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے آپ کو وقف کے لئے بھی پیش کیا۔ آپ 24 دسمبر 2002ء کو اپنے مولا کے حضور حاضر ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کے پسماندگان میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم چوہدری منور علی صاحب کو سالہا سال سے بطور قائد ضلع لاہور خدمت کا موقع مل رہا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی ایک بیٹی واقف زندگی کے ساتھ بیاہی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کی نیک روایات کو ان کے خاندان میں جاری رکھے۔ آمین

ہم ہیں ممبران عاملہ،

قائدین علاقہ واضلاع

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان"

پیشگوئی مصلح موعود کی اصل حقیقت

(حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

آج ربوہ میں بلکہ جہاں جہاں بھی جماعت احمدیہ قائم ہے یوم مصلح موعود منایا جارہا ہے اور مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں بھی اس موقعہ پر ربوہ کے جلسہ کے لئے کوئی مختصر سا پیغام دوں۔ سو میرا پیغام یہی ہے کہ ہمارے دوست مصلح موعود والی پیشگوئی کی اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہ حقیقت جیسا کہ اکثر لوگوں کو غلطی لگتی ہے یہ نہیں ہے کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں میں سے ایک اہم پیشگوئی ہے اور بس، بلکہ **مصلح موعود والی پیشگوئی کی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ پیشگوئی اس عظیم الشان پیشگوئی کی فرع ہے جو آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کے نزول کے متعلق فرمائی ہے۔** اسی لئے آنحضرت ﷺ نے جہاں یہ پیشگوئی فرمائی کہ آخری زمانہ میں (دین حق) کی تجدید اور (مومنوں) کے احیائے ثانی کے لئے ایک مثیل مسیح نازل ہوگا اور اس کے ذریعہ خدا (دین حق) کو پھر دوبارہ غالب کرے گا اور یہ غلبہ دائمی ہوگا۔ وہاں آپ نے اس پیشگوئی کے اندر شامل کرکے اور گویا اس کا حصہ بنا کر یہ الفاظ بھی فرمائے ہیں کہ:۔

یتزوج ویولد لہ

"یعنی مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے اولاد پیدا ہوگی"

پس آپ کا مسیح موعود کے نزول والی پیشگوئی کے اندر شامل کرکے اور اس کا حصہ بنا کر ان الفاظ کا فرمانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مصلح موعود والی پیشگوئی مسیح موعود والی پیشگوئی کی فرع ہے نہ کہ ایک جداگانہ منفرد پیشگوئی اور اس سے مراد یہ تھی کہ مسیح موعود آئے گا تو اس کے ہاتھ سے (دین حق) کے دوسرے احیاء کا بیج بویا جائے گا اور جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ یہ بیج اس کے زمانہ میں ایک خوبصورت کونپل کی شکل میں پھوٹے گا اور اپنی نرم نرم جمالی پتیاں نکالے گا جو مسیح موعود کے ساتھ کام کرنے والے زراع یعنی کسانوں کے دلوں کو لبھائیں گی مگر دشمن اس کے اٹھتے ہوئے جوبن کو دیکھ دیکھ کر دانت پیسیں گے، مگر اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکیں گے اور پھر مسیح موعود کے بعد (یعنی دور او چوں شود تمام بکام) اس کونپل کو ایک تناور درخت کی صورت میں ترقی دینے اور پروان چڑھانے کے لئے مصلح موعود ظاہر ہوکر جلال الٰہی کے ظہور کا موجب بنے گا اور اس کے وقت میں اس درخت کی شاخیں تمام دنیا میں پھیل جائیں گی اور قومیں اس سے برکت پائیں گی مگر مصلح موعود کی یہ جلالی شان مسیح موعود کی جمالی شان کی فرع ہوگی نہ کہ خدائی جلال کا کوئی مستقل اور جداگانہ جلوہ۔ کیونکہ (دین حق) کا یہ دور ثانی اصل کے لحاظ سے صفت احمدیت کا دور ہے جو ایک جمالی صفت ہے۔

پس ہمارے دوستوں کو چاہیے کہ مصلح موعود والی پیشگوئی پر غور کرتے ہوئے اس کی اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ مصلح موعود کا ظہور مسیح موعود کی بعثت کا تتمہ ہے اور اس کے کام کی تکمیل کے لئے مقدر ہے۔ اس کے زمانہ میں اس کونپل نے ایک درخت بننا ہے۔ جس کا بیج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے بویا گیا اور پھر اس درخت نے دنیا میں پھیلنا اور پھولنا اور پھلنا ہے۔ اندریں حالات ہمارا فرض ہے کہ ہم اس درخت کی

آبپاشی اور ترقی میں انتہائی کوشش اور انتہائی قربانی سے کام لیں تا کہ (دین حق) کے عالمگیر غلبہ کا دن قریب سے قریب تر آ جائے اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کا نام چار اکناف عالم میں گونجے اور ہمارے سردار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ (مومنوں) کا قدم پھر ایک اونچے مینار پر قائم ہوجائے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ خدا کا وعدہ ہے کہ:-

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد"

خدا کرے کہ وہ دن جلد آئے کہ جب محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس روح خدا کے حضور یہ مژدہ پیش کر سکے کہ تیرے ایک بندے اور میرے ایک نائب کے ذریعہ (دین حق) کا جھنڈا دنیا میں سب سے اونچا لہرا رہا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

خاکسار

مرزا بشیر احمد ربوہ

۲۰ فروری ۱۹۵۹ء

(ماہنامہ "خالد" مارچ ۱۹۵۹ء)

اعلان ولادت

مکرم محمد عباس احمد صاحب نائب مہتمم اصلاح و ارشاد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ۸ دسمبر ۲۰۰۲ء کو بیٹے سے نوازا ہے۔ جو مکرم شیخ محمد الیاس صاحب مرحوم آف لاہور کا پوتا اور مکرم مرزا مبارک احمد صاحب شوکت آف کراچی کا نواسہ ہے۔

حضور انور اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت بچے کا نام اخلاق احمد عطا فرمایا ہے۔ نیز اسے تحریک وقف نو میں شمولیت کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ خدا تعالیٰ بچے کو دین کا حقیقی خادم بنائے۔ آمین

خدام

اپنی نگہ کو مثلِ شمشیر پھر بنا دو!

قربانیوں سے راہِ تسخیر پھر بنا دو!

ہاں آنسوؤں سے کر دو تیرہ شبی کو روشن

اشکوں سے اِک شعاعِ تنویر پھر بنا دو!

ہو اسمٰعیل تم بھی اے احمدی جوانو!

خونِ جگر سے مٹی اکسیر پھر بنا دو!

خوابیدہ قسمتوں کو تم ہو جگانے والے

بگڑی ہوئی جہاں کی تقدیر پھر بنا دو!

آزاد پھر رہا ہے شیطان مدتوں سے

مردود کو اسیرِ زنجیر پھر بنا دو!

کر دو بلند نالے ہل جائے عرشِ اعظم

آہ و بکا کو وجہِ تبشیر پھر بنا دو!

ہاں کر دو ریزہ ریزہ اصنامِ کفر و باطل

توحید کی جہاں میں تصویر پھر بنا دو!

(مکرم عبدالسلام اسلام صاحب)

بیادِ مصلح موعود

زمیں زمیں اسے ڈھونڈوں فلک فلک دیکھوں
بشر بشر اسے چاہوں مَلک مَلک دیکھوں

صدف صدف اسے رولُوں قلم قلم لِکھوں
مَیں اشک اشک اسے رووٴں پلک پلک دیکھوں

مَیں پھول پھول اسے سُونگھوں مَیں خار خار پھروں
حسیں حسیں اسے جھانکوں جھلک جھلک دیکھوں

مَیں ذہن ذہن اسے سوچوں خلش خلش جھیلوں
مَیں جام جام اسے چھلکوں چھلک چھلک دیکھوں

ورق ورق اسے پلٹوں نفَس نفَس چوموں
مَیں چشم چشم اسے ڈھلکوں ڈھلک ڈھلک دیکھوں

وہ اپنے وقت پہ آیا تھا اب نہ آئے گا
اب اس کی راہ قیامت تلک تلک دیکھوں

(جناب ڈاکٹر ناصر احمد صاحب پرویز پرواذی)

دشمنوں سے حسن سلوک

(مکرم مرزا عرفان قیصر صاحب ۔ خانقاہ ڈوگراں)

دورانِ مقدمہ احسان

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ایک مقدمہ کا ذکر کرتے ہوئے ، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض رفقائے کرام کے خلاف بعض ہندوؤں کی طرف سے کیا گیا تھا، فرماتے ہیں:-

''مقدمہ کے دوران ایک شخص سنتا سنگھ بانگرو بھی ملزم تھا۔ اس کا ایک چچا نہال سنگھ بانگرو تھا۔ ادھر اس نے فریق مخالف کو مقدمہ دائر کرنے پر آریوں کے ساتھ مل کر اکسایا تھا۔ چند ہی روز بعد اسے مشک کی ضرورت پڑی اور یہ ظاہر بات ہے کہ وہ نہایت قیمتی چیز ہے۔ میں اس وقت موجود تھا جب کہ حضرت اقدس کے دروازہ پر گیا اور دستک دی۔ حضرت صاحب باہر تشریف لائے اس نے کہا کہ:-

''مرزا صاحب مُشک کی ضرورت ہے کسی جگہ سے ملتی نہیں آپ کچھ مشک دیں''۔

حضرت صاحب کو علم تھا کہ یہ اس فتنہ میں ایک لیڈر کی طرح حصہ لیتا ہے۔ حضرت صاحب نے بجز اس کے کچھ جواب نہیں دیا کہ ''ٹھہرو میں لاتا ہوں'' چنانچہ آپ اندر تشریف لے گئے اور قریباً نصف تولہ مُشک اس کے حوالہ کر دی''۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۱۲۱)

میرا مقدمہ آسمان پر ہے

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب فرماتے ہیں:-

''ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک جو امرتسر کے میڈیکل مشن کے مشنری تھے اور مباحثہ آتھم میں عیسائیوں کی جانب سے پریذیڈنٹ تھے ایک دن خود بھی مناظر رہے۔ انہوں نے ۱۸۹۷ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ایک مقدمہ اقدام قتل کا دائر کیا۔ یہ مقدمہ کچھ عرصہ تک چلتا رہا اور بالآخر محض جھوٹا اور بناوٹی پایا گیا اور حضرت اقدس عزت کے ساتھ اس مقدمہ میں بری ہوئے۔ میں جو اس مقدمہ کو شائع کرنے والا ہوں اور ایک عینی شاہد ہوں اس وقت عدالت میں موجود تھا۔ جب کپتان ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور نے حضرت اقدس کو مخاطب کر کے کہا کہ ''کیا آپ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک پر مقدمہ چلائیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو آپ کو حق ہے''۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:-

''میں کوئی مقدمہ کرنا نہیں چاہتا۔ میرا مقدمہ آسمان پر دائر ہے''۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۱۱۳)

ایک مخالف سے جود و سخا

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب تحریر کرتے ہیں:-

''قادیان میں نہال چند (نہالا) بہارو راج ایک برہمن تھا جو اپنی جوانی کے ایام میں مشہور مقدمہ باز تھا۔ آخر عمر تک قریباً اس کی ایسی حالت رہی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت اقدس کے خاندان کے ساتھ عموماً مقابلہ اور شرارتیں کرتے رہے تھے پھر سلسلہ کے دشمنوں کے ساتھ بھی وہ رہتا۔ اخیر عمر میں اس کی مالی حالت نہایت خراب ہوگئی اور یہاں تک کہ بعض اوقات اس کو اپنی روزانہ ضروریات کے لئے بھی مشکلات پیش آتی تھیں اس نے ایک مرتبہ حضرت

اقدس کے دروازے پر آ کر ملاقات کی خواہش کی اور اطلاع کرائی۔ حضرت صاحب فوراً تشریف لے آئے۔ اس نے سلام کر کے اپنا قصہ کہنا شروع کیا۔ حضرت اقدس نے نہ صرف تسلی دی بلکہ پچیس روپے کی رقم لا کر اس کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا کہ فی الحال اس سے کام چلاؤ پھر جب ضرورت ہو مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ اس کے بعد اس شخص کا معمول ہو گیا کہ وہ مہینے دو مہینے کے بعد آتا اور ایک معقول رقم آپ سے اپنی ضروریات کے لئے لے جاتا۔ وہ نہ صرف حضرت اقدس سے لیتا تھا بلکہ حضرت خلیفہ اوّل سے بھی اس نے بطور قرض ایک معقول رقم ایک خاص وعدہ پر لی تھی۔ جب وہ وعدہ کا وقت گزر گیا تو حضرت خلیفہ اوّل نے اس سے مطالبہ کرایا، مگر اس نے یوں ہی سرسری جواب دے کر ٹال دیا۔ آخر حضرت خلیفہ اوّل نے مجھے فرمایا کہ میں اس سے مطالبہ کروں۔ میں نے جب اس کو کہا تو اس نے مندرجہ بالا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ ''مولوی صاحب بار بار آدمی بھیجتے ہیں۔ مرزا جی تو مجھے ہمیشہ روپیہ دیتے ہیں اور اس سے میرا گذارہ چلتا ہے''۔ میں نے آخر حضرت خلیفہ اوّل سے واقعات عرض کئے تو فرمایا کہ اچھا اب اس کو نہ کہنا''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۲۹۹)

نیکی اور احسان

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

میاں امام الدین صاحب کو حضرت صاحب کے خاندان کے ساتھ عداوت تھی مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کی عداوت کو دنیوی معاملات میں ہمیشہ نظر انداز کر دیتے تھے یعنی ان سے حسن سلوک میں کبھی بھی آپ نے فرق نہ کیا۔ وہ بسا اوقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مالی مدد لے لیتا تھا اور باوجود ان احسانات کے مخالفت میں بھی لگا رہتا تھا اور اس طرح پر تلخ دشمن تھا۔ ایک مرتبہ اس نے ایک گھوڑا فروخت کرنا چاہا اور اس کے لئے اس نے بہتر موقعہ یہ تجویز کیا کہ اس گھوڑے کو جموں لے جاوے اور حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کے ذریعہ پیش کرے۔ تا کہ اس طرح پر اسے ایک معقول رقم مل جاوے۔ اس تجویز کو زیر نظر رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خود درخواست کی کہ آپ ایک سپارشی (سفارشی) خط حضرت حکیم الامت کے نام لکھ دیں۔ آپ نے اس درخواست کو رد نہ فرمایا اور بلا تامل حضرت مولوی صاحب کے نام ایک سپارشی (سفارشی) خط دے دیا۔...... مرزا امام الدین صاحب کی دشمنی اور عداوت کوئی مخفی امر نہ تھا، مگر آپ نے جب نیکی اور احسان کرنے کا موقع آیا اس عداوت کا کبھی خیال بھی نہیں کیا اور اسے فائدہ پہنچانے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۳۰۷)

ہمارے خدا کی عدالت کافی ہے

میرٹھ سے احمد حسین شوکت نامی ایک معاند اپنے اخبار ''شحنۂ ہند'' کے ضمیمہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف انتہائی گندے مضامین شائع کرتا تھا۔ جماعت میرٹھ کے پریذیڈنٹ جناب شیخ عبدالرشید صاحب نے حضورؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس شخص کے خلاف عدالت میں نالش کروں۔ اگر ایسا ہوتا تو لازماً اُسے سزا ہو جاتی، لیکن آپ نے فرمایا:۔

''ہمارے خدا کی عدالت کافی ہے یہ گناہ میں داخل ہوگا اگر ہم خدا کی تجویز پر تقدم کریں۔ اس لیے ضروری ہے کہ صبر اور برداشت سے کام لیں''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ ۱۱۳)

حضرت مصلح موعود کی باون علامات

(مرسلہ: مکرم رضوان احمد زاہد صاحب۔ معلم وقف جدید)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر 20 فروری 1886ء میں ایک عظیم الشان پیشگوئی شائع فرمائی جس کے متعلق حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"یہ بڑی تفصیلی پیشگوئی ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ آنے والا اپنے اندر کئی قسم کی خصوصیات رکھتا ہوگا۔ چنانچہ اگر اس پیشگوئی کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی میں آنے والے موعود کی یہ علامتیں بیان کی گئی ہیں:۔

1- **پہلی علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قدرت کا نشان ہوگا۔

2- **دوسری علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رحمت کا نشان ہوگا۔

3- **تیسری علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ قربت کا نشان ہوگا۔

4- **چوتھی علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ فضل کا نشان ہوگا۔

5- **پانچویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ احسان کا نشان ہوگا۔

6- **چھٹی علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحب شکوہ ہوگا۔

7- **ساتویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحب عظمت ہوگا۔

8- **آٹھویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ صاحب دولت ہوگا۔

9- **نویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مسیحی نفس ہوگا۔

10- **دسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔

11- **گیارھویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کلمۃ اللہ ہوگا۔

12- **بارھویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت اور غیوری نے اسے اپنے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہوگا۔

13- **تیرھویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت ذہین ہوگا۔

14- **چودھویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سخت فہیم ہوگا۔

15- **پندرھویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دل کا حلیم ہوگا۔

16- **سولھویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علوم ظاہری سے پر کیا جائے گا۔

17- **سترھویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ علوم باطنی سے پر کیا جائے گا۔

18- **اٹھارویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔

19- **انیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ دوشنبہ کا اس کے ساتھ خاص تعلق ہوگا۔

20- **بیسویں علامت** یہ بیان کی گئی کہ وہ فرزند دلبند ہوگا۔

21- **اکیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ گرامی ارجمند ہوگا۔

22- **بائیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الاوّل ہوگا۔

23- **تئیسویں علامت** یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مظہر الآخر ہوگا۔